تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

توحید ہی زندگی کی اصل قیمت ہے

توحید انسان کے قلب اور تمام اعضاء و جوارح کو ہستی باری تعالیٰ کے لئے مخصوص کرتے ہوئے اس کے سینے کو ہر قسم کی کدورتوں سے پاک کرتی ہے اور اطمینان کامل عطا کرتی ہے۔ جس شخص کی توحید جتنی زیادہ محکم و توانا ہوگی اسی قدر اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور اسی قدر وہ ذات و صفات الٰہی کے اسرار سے باخبر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اللہ تعالیٰ کو تم سب سے زیادہ پہچاننے والا ہوں۔ اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔"

پس جو شخص اپنے خالق و پروردگار سے جتنا زیادہ قریب ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ اس سے خوف و خشیت رکھتا ہوگا۔ اور اس کے احکام کا مطیع ہوگا۔ قرب حق کا ایک بڑا اثر یہ بھی ہے کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا پورا پورا احترام کرے اور ان کا ہر دم شکر بجالائے۔ وہ غیر اللہ کی جانب التفات نہ کرے کیونکہ یہ اطاعتِ حق تعالیٰ میں صریح کوتاہی ہے۔

پس توحید کا واضح تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذات اور صفات دونوں میں یکتا اور بے مثل سمجھا جائے اور مخلوق میں سے کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کیا جائے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(از فتوح الغیب ص ۷۹)

فی شمارہ ۶؍روپے — سالانہ ۱۳۰؍روپے — ۲۵؍اگست ۲۰۰۱ء

Regd. No.LW/ NP/63
Fax No. 0522-787310
788376

R.N.I.No.UP.URD.03615/24/1/2001-Tc
Office Ph.No.787250 (Ext)18
Guest House-323864

Website : - www.nadwatululama.org, Email : - nadwa@sancharnet.in

FORTNIGHTLY   Vol. No. : 1   Issue No.: 19

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA,LUCKNOW-226 007 (INDIA)   Rs. 6/-

ھو الشافی

ایک بار خدمت کا موقع دیں

روزآنہ سپر جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ پاور، دھوپ کے فینسی چشموں کا

ایک خاص مقام

چشمہ گھر

مہاجنی ٹولہ ڈاکخانہ روڈ، سرائے میر اعظم گڑھ

آپٹیشن ایچ، رحمن   60082

Ph.No 260433 - 242946

آپ کی خدمت میں جدید دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارا نیا شوروم

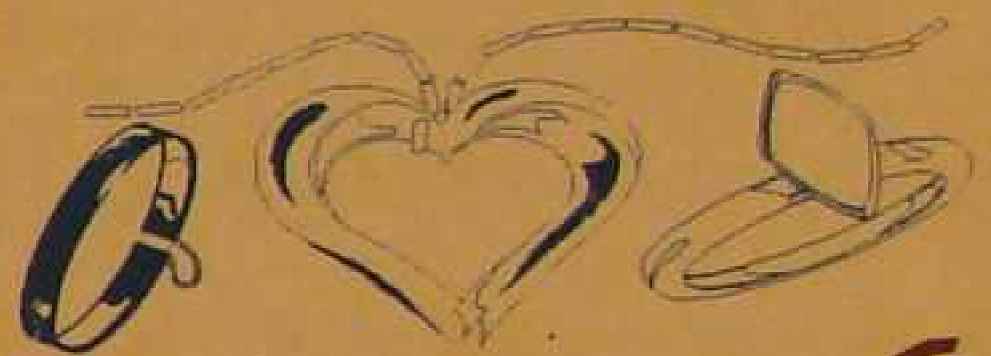

گھنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد نعیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینار مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

ھردینا

گردہ کی پتھری کے لئے آپریشن کی ضرورت نہیں

• گردہ مثانہ کی پتھری، درد
• پیشاب میں ریت، خون اور
• جلن کے لئے
یکساں مفید ہے۔

HASANI PHARMACY
117/41Gwynne, Road, Lucknow - 226018 Ph:. 202677

حسنی فارمیسی کی ایجنسی کے لیے رابطہ قائم کریں

AFZALS — MAU CITY

مئو کا بنا

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئو ناتھ بھنجن (یو۔پی)

چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے

AUTO REFRCCTO METER AR-860

فوٹو کرامک ☆ کوٹیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس فینسی پاور دو دھوپ کے چشموں کا خاص مقام

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشن اے۔ رحمن (علیگ)

شنکرجی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج اعظم گڑھ

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Nadwatul Ulama
at Parekh offsetPressTagore Marg,Lucknow.u.p.   Editor: *Shamsul Haq Nadwi*

صبر و شکر

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

شکر:۔ ہر وقت ہمیں بے شمار نعمتیں ملی ہوئی ہوتی ہیں: وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا (ابراہیم: ۱۴: ۳۴)"اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گنو تو شمار نہ کر سکو گے" کچھ نعمتیں تو ایسی ہیں کہ کوئی چیز مل گئی جیسے رزق مل گیا، کپڑا مل گیا، مال مل گیا، ان کو وجودی نعمتیں کہتے ہیں۔ اور کچھ نعمتیں عدمی ہیں کہ چیز ہم سے دور نہ ہوئی مثلاً اس وقت ہم آرام سے بیٹھے ہیں چھت نہیں گری، دیوار نہیں گری، آسمان سے پتھر نہیں برس رہے، سانپ اور بچھو اور درندہ ہمیں نہیں ستا رہا، چور ڈاکو حملہ نہیں کر رہے، کوئی زہر نہیں کھلا رہا، کوئی قتل نہیں کر رہا، قبض نہیں ہے، بدہضمی نہیں ہے، لقمہ گلے میں اٹکا ہوا نہیں ہے، پانی گلے سے اتر رہا ہے۔ ہاتھ پاؤں، آنکھیں، کان کام کر رہے ہیں۔ ان سب نعمتوں کا پورا شکر تو ہم کر ہی نہیں سکتے، لیکن جتنا کر سکتے ہیں ہم تو اتنا بھی نہیں کر رہے ہیں۔ بعض دفعہ تو ۲۴ گھنٹوں میں ایک دفعہ بھی ہم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نہیں کہتے۔ کوئی کہے کہ نماز میں تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ چھلکے کے درجے میں شکر ادا کیا ہے، مغز کے درجے میں ادا نہیں کیا۔ مغز یہ ہے کہ نعمت کی اور نعمت دینے والے کی دل سے قدر ہو، کوئی بہت ہی پیارا دوست کوئی ہدیہ بھیجے اور پہلے وہ منہ نہ لگاتا تھا تو اس ہدیہ کی کتنی قدر ہوتی ہے، کیا کبھی ہم نے عمر بھر اللہ تعالیٰ کے ایک ٹپے کی بھی قدر کی؟ حالانکہ ہر وقت نعمتوں کی بارش ہم پر ہو رہی ہے۔ اگرچہ نعمت پر جوش و خروش ہمارے اختیار میں نہیں، لیکن اس کے اسباب تو ہمارے اختیار میں ہیں۔ جیسے تحصیل دار بن جانا تو ہمارے اختیار میں نہیں، اس کے اسباب جیسے امتحان پاس کرنا درخواست دینا وغیرہ یہ تو اختیار میں ہیں۔

ہم میں شکر کا کوئی جذبہ نہیں ہے۔ نہ عقلی شکر ہم ادا کرتے ہیں نہ طبعی۔ کیونکہ شکر کے لئے لازم ہے کہ نعمت دینے والے کے حق ادا کئے جائیں اور اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اور ہم صبح سے شام تک نافرمانی کر رہے ہیں، ہم نے صرف چند چیزوں کو ہی سمجھ رکھا ہے، چوری، زنا، غصب، قتل شراب۔ حالانکہ گناہ ہاتھ سے بھی ہوتا ہے اور پاؤں سے بھی، آنکھ سے بھی ہوتا ہے۔ اور دل سے بھی جیسے حسد، تکبر، حرص، حب مال و جاہ، کینہ۔

صبر:۔ یہ تو شکر کا حال تھا۔ باقی رہا صبر تو اس کے دو موقعے ہیں: ایک مصیبت وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (البقرہ: ۲: ۱۵۶) کہ خوشخبری دے دیں ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں، جب ان کو مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ان ہی کی طرف لوٹیں گے یعنی وہ شکوہ شکایت نہیں کرتے اور ان کے دل میں حق تعالیٰ سے ناشکری اور حق تعالیٰ سے بے تعلقی نہیں ہوتی۔ ہماری حالت یہ ہے کہ ذرا سی تکلیف میں شکوہ شکایت زبان پر یا کم از کم دل میں آجاتا ہے، دوسرا موقع صبر کا عبادت ہے تو نماز میں حال یہ ہے کہ خشوع و خضوع تو دور کی چیز ہے۔ رکوع و سجدہ بھی ہمارا ٹھیک نہیں ہے، آپ کسی دوست سے کہیں کہ ہمیں ایک آدمی لا دو۔ وہ چارپائی پر ڈال کر ایک اندھا، گونگا، لنگڑا، ہاتھوں سے لنجا لا دے تو آپ خوش ہونے کی جگہ ناراض ہوں گے۔ ایسے ہی ہماری نماز سے اللہ تعالیٰ خوش ہونے کی جگہ ناراض ہوتے ہیں۔ اب یہ نہ کرو کہ چھوڑ دو، بلکہ اصلاح کرتے رہو، کرتے رہو۔ یہاں تک کہ نماز اعلیٰ ہو جائے، پوری کوشش کے بعد جس درجے کی بھی نماز ہو جائے گی آقا قبول فرمالیں گے۔ فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (الفرقان ۲۵: ۷۰) حسنات کی تفسیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی کہ توبہ کی برکت سے وہ ہماری نماز کو جو گناہ کہلانے کے قابل ہے عبادات ہی میں شمار فرمالیتے ہیں جیسے غریب لوگ مٹی کے تربوز اور خربوزے تحفہ میں لاتے ہیں تو سخی رئیس ان کو ہی قبول کر لیتے ہیں۔ خشوع کی آسان صورت یہ ہے کہ ہر لفظ اور ہر رکوع اور سجدہ ذرا سوچ کر کرلے۔ شروع میں کچھ مشق کرنی ہوگی پھر عادات سے آسانی ہو جائے گی، ایسے نہ پڑھیں جیسے گھڑی کو ایک دفعہ چابی دے دیتے ہیں پھر وہ ۲۴ گھنٹے تک چلتی ہی رہتی ہے

(باقی ص ۳۹ پر)

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۲۵ اگست ۲۰۰۱ء | مطابق | ۵ رجمادی الثانی ۱۴۲۲ھ | شمارہ نمبر ۲۰

نگران اعلیٰ
مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی
معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء

مدیر اعلیٰ
شمس الحق ندوی

مدیر معاون
سید محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی
مولانا عبد اللہ حسنی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون

سالانہ ---- ۱۳۰/= روپے
فی شمارہ -------- ۶/= روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک...... ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ...... ۱۵ ڈالر

☆☆☆

نیچے بنے دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ 130/= روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں
منیجر

گذارش

خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے
(منیجر)

خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پارکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء، لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر سیکشن مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

۱	صبر و شکر	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۲
۲	یورپ میں صنفِ نازک کے ساتھ سلوک	(اداریہ) ع۔ع۔ن	۵
۳	یہ دین زندہ ہے اور زندوں سے قائم ہے	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۶
۴	ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۸
۵	انسانی حقوق و فرائض کی ادائیگی کا حکم	حضرت مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ	۱۱
۶	دین مبین کی روشن کرنیں	محمد ابراہیم انصاری	۱۴
۷	تقلید و عدم تقلید	مولانا جلال الدین عمری	۱۷
۸	آب رحمت (نظم)	امۃ اللہ تسنیمؒ	۲۲
۹	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	۲۳
۱۰	ندوہ کے شب و روز	محمود حسن حسنی ندوی	۲۴
۱۱	نعت شریف	رئیس نعمانی	۲۶
۱۲	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۷
۱۳	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۸
۱۴	حسن قول و عمل کے ساتھ سنگم (نظم)	رئیس رامپوری	۳۰
۱۵	سورۂ رحمٰن کا منظوم ترجمہ	جوش ملیح آبادی	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زرِ ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30
۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر =/Rs. 80

بیرون ملک کے نمائندے

مدینہ منورہ
Mr.TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No.842
Mdina Munawwara(K.S.A)

برطانیہ
Dr.M.AKRAM NADWI Sb.
Oxford Center for Islamic Studies
George Street
Oxford Ox1 2AR ,U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr.M.YAHYA SALLO NADWI Sb.
P.O.Box No.388 Vereninging.(S.Africa)

قطر
Mr.ABDUL HAI NADWI Sb.
P.O.Box.No.10894, Doha-Qatar

دبئی
Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.
P.O.Box No.12525, Dubai(U.A.E)
Ph:No.3970927

پاکستان
Mr.ATAULLAH Sb.
Sector A-50 Near Sau Quater
H.No.109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

امریکہ
Dr.A.M.SIDDQUI Sb.
98-Conklin Ave.Woodmere
New York 11598(U.S.A)

Website:www.nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in

ادارىہ

ع۔ع۔ن

یورپ میں صنف نازک کے ساتھ سلوک

آزادیٔ نسواں کا چرچہ تو ہزاروں بار ہم آپ سنتے رہے ہیں، مگر عورتوں کی پٹائی کی بات وہ بھی یورپ میں، کثرت اور شدت کے ساتھ شاید نئی بات معلوم ہو یا مبالغہ آرائی کا شک گذرے۔

''اکینومسٹ'' برطانوی پندرہ روزہ رسالہ ''ٹائمس'' اور ''نیوز ویک'' کی طرح دنیا بھر میں پڑھا جاتا ہے، اہم اور راز کی خبریں اعداد و حقائق (فیگر اینڈ فیکٹس) کی روشنی میں شائع ہوتی ہیں، اور مشہور ہو جاتی ہیں۔ یورپ اور امریکہ کی خبریں تو کم ہوتی ہیں اور ہوتی بھی ہیں تو صرف روشن پہلو، اقتصادی سرگرمی یا جنسی جرائم (جو وہاں کے لئے بہت معمولی بات ہے) کی کچھ تفصیلات، مگر افریقہ ایشیا، چین جاپان، ہند، پاکستان، خلیج مراکش کے لئے بدنام کنندہ اور رائی کو پہاڑ بتانے والی خبریں کثرت سے شائع ہوتی رہتی ہیں، اسی رسالہ کا تازہ شمارہ ۱۱راگست ۲۰۰۱ء میں ایک خبر یورپ کی بھی چھپ گئی ہے، جس کا عنوان ہے ''اسپین میں مرد عورتوں کی پٹائی کثرت سے کر رہے ہیں'' اسی زبان کی ایک کہاوت میکدوں کی دیواروں پر کثرت سے دیکھی جا رہی ہے، محاورہ یہ ہے ''بیویوں کو ساتھ نہ لاؤ ان کی ٹانگیں توڑ کر گھر میں رکھو''۔ اس مشورہ پر بقول تبصرہ نگار کے تیزی سے عمل بھی ہو رہا ہے۔

وہاں کی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر جن کا موضوع ''اصول طبیہ'' یا قوانین طب'' (میڈیکل لاء) ہے، میں ان کا نام اور ان کی یونیورسٹی کا نام اس لئے نقل نہیں کر رہا ہوں کہ اردو میں اس کا تلفظ مجھے معلوم نہیں۔ ان پروفیسر صاحب کا کہنا ہے کہ گذشتہ سال بائیس ہزار سے زیادہ خواتین کو پیٹے جانے کی وارادات رجسٹرڈ ہوئی ہیں۔ ۱۹۹۷ء میں اس طرح کے حادثے صرف سترہ ہزار تک محدود تھے، مگر یہ تعداد صرف ایک ڈاکٹر کے سامنے پیش ہونے والی وارادات پر مشتمل ہے۔ اور وہ بھی ان خواتین کی رپورٹیں ہیں جن کے ہاتھ پیر توڑ کر بیکار کر دیئے گئے۔ لاتوں، گھونسوں، تھپڑوں اور چپلوں سے جو تواضعات ہوئی ہیں ان کی رپورٹیں پولیس اسٹیشنوں میں درج کرائی گئی ہوں گی، ان کا پتہ یونیورسٹی کے پروفیسر کو نہیں۔

آزادیٔ نسواں کی تقلید میں سرگرداں مشرقی ممالک کے سیاستداں معلوم نہیں ان خبروں اور خبروں پر تبصرہ کا کیا مطلب نکالتے ہوں گے۔ یورپ کا ایک بڑا ملک جہاں ہر عورت دن کو دفتروں، کمپنیوں، بینکوں میں کام کرتی ہے اور رات کو واپس آکر شوہر کی خدمت کرتی ہے۔ شوہر صاحب کو اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ کسی ناچ گھر یا کسی میکدہ میں جانا ہے، اس لئے اس کو روکنے کے لئے وہ اپنی اسپینی زبان کی کہاوت کو اپنا اصول بناتے ہیں، آزادیٔ نسواں کا انجام یہ ہے کہ دن کو چھٹی نہیں اور رات کو پٹائی ہوتی ہے۔ اور اگر کسی مشرقی ملک یا افریقہ میں کسی خاتون کی نکسیر پھوٹے تو ایک واویلہ مچ جائے گا کہ صنف نازک کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے اس کا احترام نہیں ہو رہا ہے مگر فرانس یا اسپین میں واقعی ظلم ہو رہا ہو تو اس کو معمولی بات سمجھا جاتا ہے۔

یہ دین زندہ ہے اور زندوں سے قائم ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی (رحمۃ اللہ علیہ)

یہ دین زندہ ہے اور زندوں سے قائم ہے، اور دین کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے، اس دین کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ اصول مقرر اور مقدر کردیا ہے کہ اس کے لئے زندہ اشخاص برابر پیدا ہوتے رہیں گے، کوئی درخت اس وقت تک سرسبز وشاداب اور زندہ درخت نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ وہ باثمر نہ ہو، اس میں نئی نئی پتیاں اور نئے نئے شگوفے نہ کھلتے رہتے ہوں۔ یہ دین زندہ ہے اور زندہ انسانوں کے لئے ہے، اور اس کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے وہ دین مٹ گئے، ختم ہوگئے، جنھوں نے روحانیت کے میدان میں، علم کے میدان میں فکر کے میدان میں، قیادت کے میدان میں زندہ اشخاص پیدا کرنے بند کردیئے، انسان زندہ اشخاص سے متاثر ہوتا ہے، چراغ سے چراغ جلتا رہا ہے اور چراغ سے چراغ جلنا چاہئے اور جلتے رہنا چاہئے، اور اگر اس امت کو باقی رہنا ہے تو اس امت کیلئے ضروری ہے کہ وہ زندہ اشخاص پیدا کرے، اس کا درخت علم، اس کا درختِ فکر، اس کا درختِ اصلاح اور اس کا درختِ روحانیت نئے نئے برگ وبار لاتا رہے، نئے نئے شگوفے کھلاتا رہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ میری امت بارانِ رحمت کی طرح ہے، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے ابتدائی قطرے مردہ زمین کیلئے زیادہ حیات بخش ہیں یا بعد کے۔

(درحقیقت) اسلاف کے کارنامے، اسلاف کا خلوص وصداقت، اسلاف کا تعلق مع اللہ، اسلاف کی استقامت اور اسلاف کی قربانیاں بعد کی نسلوں کے لئے بہترین سرمایہ ہیں اور وہ حیات وزندگی کا پیغام دینے والی ہیں۔ ہم نے ہمیشہ کہا اور مانا کہ ہمارے بزرگ ایسے تھے، ان کا حافظہ اتنا قوی تھا، ان کا علم اتنا وسیع تھا، وہ ایسے تبحر عالم تھے، یہ سب سر آنکھوں پر لیکن اتنا کافی نہیں۔

> اگر اس امت کو باقی رہنا ہے تو اس امت کیلئے ضروری ہے کہ وہ زندہ اشخاص پیدا کرے، اس کا درخت علم، اس کا درخت فکر، اس کا درخت اصلاح اور اس کا درخت روحانیت نئے نئے برگ و بار لاتا رہے، نئے نئے شگوفے کھلاتا رہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ میری امت باران رحمت کی طرح ہے، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے ابتدائی قطرے مردہ زمین کے لئے زیادہ حیات بخش ہیں یا بعد کے۔ اس دین کے لئے خدا فیصلہ کرچکا ہے کہ یہ دین قیامت تک کے لئے ہے، لہذا اس کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے۔

اس دین کیلئے خدا فیصلہ کرچکا ہے کہ یہ دین قیامت تک کے لئے ہے، لہذا اس کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے، روحانیت بھی زندہ انسانوں ہی سے قائم ہے، محققین صوفیاء اور مشائخ کی تحقیق بھی یہی ہے کہ تزکیہ وعلم باطن بھی زندہ انسانوں ہی سے حاصل کیا جاتا ہے، اور زندہ انسانوں ہی سے اس کی تکمیل ہوتی ہے، ورنہ ایسے ایسے بلند مرتبہ لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے ایک کافی تھا، لیکن وہ کہتے ہیں کہ زندگی میں حرکت ونمو ہے، زندگی میں تنوع ہے، ابھی ایک رنگ آیا ایک رنگ گیا، ابھی ایک مرض پیدا ہوا، اور ایک مرض گیا، اس لئے جن کا تعلق اس زندہ کائنات اور عالمِ طبیعی سے ٹوٹ چکا ہے، وہ ان متحرک اور زندہ انسانوں کی رہنمائی نہیں کرسکتے، فیض ان سے حاصل ہوسکتا ہے (فیض کے جو طریقے ہیں ان کے ذریعے) اس میں غلط فہمی نہ ہو، لیکن رہنمائی زندہ انسانوں ہی سے حاصل ہوتی ہے، کسی نسل میں سب کچھ ہے، بڑے کتب خانے ہیں، تاریخ کے بڑے بڑے ذخیرے ہیں،

لیکن زندہ ہستیاں نہیں ہیں، جن کے قلوب سے اور جن کے اجتہادِ فکر سے، جن کے تفقہ سے، جن کی بصیرت سے ہم روشنی حاصل کریں۔

حدیث صحیح میں ہے کہ "ان اللہ یبعث علی رأس کل مائة سنة من یجدد لهذہ الأمة أمر دینها" کہ اللہ تعالیٰ ہر سو برس میں ایک مجدد بھیجتا رہے گا، جو اس دین کو تازہ کردے گا، اور تجدید کا فرض انجام دے گا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس وقت تو وہ دین کو تازہ کردے گا پھر وہ سلسلہ ختم ہوجائیگا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عرصہ تک اس کا وجود رہے گا "من یجدد لهذہ الأمة أمر دینها" کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آئے اور ہفتہ دو ہفتہ کے لئے دین کا چرچا ہوگیا اور چلے گئے، ان میں سے کسی بھی بزرگ کا حال پڑھیں، کسی کا اثر سو برس تک رہا اور بعض ایسے لوگ پیدا ہوئے جن کا اثر صدیوں تک رہا۔

ریلوے لائن پر ایک چھوٹی گاڑی چلا کرتی تھی، (اور غالباً اب بھی چلتی ہے) جس کو ٹرالی کہتے تھے، لوگ اس کو ٹھیلتے تھے، اور پھر اس پر بیٹھ جاتے تھے، اور وہ چلتی اور پھسلتی رہتی تھی، جب وہ رکنے لگتی تھی تو پھر اتر کر دھکا دیتے تھے، اور بیٹھ جاتے تھے، اس سے لائن کا معائنہ ہوتا تھا، اس امت کی گاڑی کو بھی اسی طرح سمجھئے اور اس کو ٹھیلنے والے اس امت کے علماء اور مشائخ اور مجدد ہیں، یہ اس کو ٹھیل دیتے ہیں اور وہ خود اپنے پہیوں پر چلتی ہے، یہ نہیں کہ اس کو چلاتے ہی رہتے ہیں، گاڑی خود چلے گی اپنے پہیوں پر، لیکن اس کو ٹھیلنے اور چلانے کے لئے زندہ انسانوں کی ضرورت ہے، وہ کوئی ٹیکنیکل چیز نہیں ہے، زندہ انسان اس کو بڑھاتے ہیں اور ٹھیلتے ہیں، اور وہ اپنے پہیوں پر چلتی ہے، کیونکہ ٹرالی کے چلنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے پٹریوں میں اتنی چکناہٹ اور پہیوں میں اتنی حرکت وسُرعت اور چلنے کی اتنی صلاحیت ہو کہ وہ چل سکے، اور آدمیوں کے ہاتھوں میں اتنی طاقت ہو کہ وہ اس کو ٹھیل سکیں، اور مسافر جو بیٹھے ہوں وہ ایسے ہوں کے بیٹھے رہیں، اور جم جائیں، اس امت کی روایت یہ ہے کہ جب اس پر تعطل اور بے عملی طاری ہونے لگتی ہے تو کوئی اللہ کا بندہ آتا ہے اور اس کو دھکا لگاتا ہے، اور پھر وہ خود چلتی ہے، اور کچھ دور تک چلی جاتی ہے۔

میں مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ دونوں کو اس دور کا مجدد سمجھتا ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ جہاں کہیں بھی علم دین ہے، جہاں کہیں بھی سنت کی دعوت ہے، جہاں کہیں بھی شرک وبدعت سے اجتناب کا جذبہ اور اس سے تنفر ہے، یہ ان دونوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے، دیکھئے ایک ایسا بھی انسان تھا جس نے اس زور سے دھکا دیا کہ امت کی گاڑی ساڑھے تین سو سال سے برابر چل رہی ہے، اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کتنا چلے، پھر کوئی اور اللہ کا بندہ پیدا ہوا اور اس کے دھکے سے اور کتنا چلے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا پورا خاندان، حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ کے سو ڈیڑھ سو برس کے بعد پیدا ہوا، اور ان کے کام کے اثرات تیرھویں صدی کے ابتداء میں ظاہر ہوئے، میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ فریضہ ہے تمام مدارس کا اور تمام علماء کا کہ زندہ اشخاص پیدا کرتے رہیں۔

(آج) عالم اسلامی کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایسے علماء ملک میں رہیں کہ وہ نئے مسائل سمجھ سکیں، اور نئے مسائل کے حل پیش کرسکیں، اور اس میں وہ شریعت کی مدد سے کتاب وسنت کی مدد سے، اصول فقہ اور فقہ کی مدد سے رہنمائی کرسکیں، اس لئے جہاں اور چیزوں کی ضرورت ہے وہاں ایک بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایسے متبحر علماء پیدا ہوں جو وقت کی ضرورت کو سمجھ سکیں اور صحیح رہنمائی کرسکیں۔

(از: دعوت فکر وعمل ص ۲۰۸ تا ص ۲۱۳ ملخصاً)

بمبئی کے قارئینِ "تعمیرِ حیات" سے

بمبئی کے قارئینِ "تعمیرِ حیات" حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیرِ حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں اُن کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائیگی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S.V. Patel Road, Null Bazar, Mumbai 400 003.
Tele: Add CUPKETTLE Tel.: 346 0220 / 346 8708
Tel.(R): 309 5852

۱۲ نمبر اور ۱۲×۷ کی اسپیشل چائے استعمال کیجئے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت

(دوسری و آخری قسط)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

آئندہ نسل کی فکر

اس ملک میں ہمارا مسئلہ بہت اہم ہے، اگر ہم نے اپنی نئی نسل کی تعلیم کی فکر نہیں کی، اس کی تربیت کی فکر نہیں کی، اس کے دین کے تعلق کو نہیں جوڑا، اس کو اللہ اور رسول کے تعلق سے نہیں جوڑا تو یہ نئی آنے والی نسل ویسی نہیں ہوگی جیسی ہونا چاہئے، اس کا دین سے تعلق قائم نہیں رہے گا۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے اور ہوا ہے سب سے بڑی اور اہم ضرورت ہمارے لئے یہ ہے کہ اس بات کی فکر کریں کہ ہماری آئندہ نسل اسلام پر باقی رہے گی یا نہیں رہے گی؛ اس کا دین سے تعلق رہے گا یا نہیں رہے گا۔

حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر بہت زور دیتے کرتے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا جس وقت آخری وقت آگیا، انھوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہا بیٹو بتاؤ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ حالانکہ وہ نبیوں کے بیٹے تھے، ان کے دادا نبی، ان کے باپ نبی، پر دادا نبی، ان سے پوچھ رہے ہیں بتاؤ تم کس کی عبادت کروگے، کہا ابا جان ہم کس کی عبادت کریں گے، ظاہر ہے کہ جن کی عبادت ہم کو کرنی چاہئے، اپنے خدا کی اور اپنے باپ دادا کے خدا کی جس کی وہ عبادت کرتے تھے ہم عبادت کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ جب تک ہمیں اطمینان نہ ہو جائے ہم مرنا نہیں چاہتے، حقیقت یہ ہے کہ ہمیں فکر اس بات کی کرنے کی ضرورت ہے کہ ہماری آنے والی نسل اسلام پر قائم رہے گی یا نہ رہے گی۔ اور یہ نسل اسلام پر صرف تمناؤں سے قائم نہیں رہے گی بلکہ اس کے لئے جدوجہد کرنا پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلے گا اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے کام چلے گا، اگر ہم بیٹھے تمنا کرتے رہیں کہ ہمارا بیٹا ہمارا پوتا مسلمان رہے، اس طرح مسلمان نہیں رہے گا جب تک ہم انتظام نہیں کریں گے یا فکر نہ کریں گے کہ ہم مسلمان رہیں۔ اس کے لئے تدبیریں نہیں اختیار کریں گے جن تدبیروں سے وہ اسلام پر قائم رہے، اسلام کے عقیدے کے مطابق زندگی گذارے آپ نے وندے ماترم کے متعلق سُنا کہ وندے ماترم کو اسکولوں اور کالجوں میں رائج کیا جارہا تھا۔ سارے مسلمان بچوں سے پڑھوایا جارہا تھا، وہ خالص شرک کا عقیدہ ہے۔ آپ بتایئے اگر اس پر توجہ نہ کی گئی ہوتی تو آج سارے اسکولوں میں وندے ماترم رائج ہوتا ہمارے سارے مسلمان اور ماں باپ یہ سمجھتے کہ بچہ تعلیم حاصل کر رہا ہے لیکن حقیقت میں وہ اپنے عقیدہ کو کھو رہا ہے اور اپنے دین کو ضائع کر رہا ہے، یہ باتیں ایسی ہیں کہ ہم ان کے خلاف احتجاج کر سکتے ہیں اور حکومت کو متوجہ کر سکتے ہیں لیکن تنہا یہ بات کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مثبت کام بھی کرنا ہوگا ہمیں زیادہ سے زیادہ اسکول اور مدرسے قائم کرنے ہوں گے، تعلیم کا نظام قائم کرنا ہوگا۔ اس لئے کہ اس ملک کا قانون ہمیں اس کی اجازت دیتا ہے کہ ہم پرائیویٹ اسکول قائم کریں، امریکہ میں یہودی بہت تھوڑی تعداد میں ہیں، ان کی تعداد اسّی نوّے لاکھ سے زیادہ نہیں ہے، لیکن انھوں نے پورے امریکہ کو اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے، قبضہ کیسے کیا ہے؟ تعلیم کے ذریعہ سے کیا ہے انھوں نے شروع سے ہی یہ بات طے کرلی کہ ہم اقلیت میں ہیں اگر ہم نے اپنا تعلیم کا نظام خود قائم نہیں کیا تو ہم اپنی جگہ پر قائم نہیں رہ سکتے۔ ہم دوسری سوسائٹی میں بالکل گھل مل جائیں گے۔ انھوں نے پرائیویٹ اسکول اور کالج کثرت سے قائم کئے جن میں اپنی مرضی کے مطابق تعلیم دیتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق سارا نظام چلاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے اپنے کو باقی رکھا ہے، صرف باقی ہی نہیں رکھا ہے بلکہ وہ حاوی ہوگئے ہیں، پورے ملک پر چھا گئے ہیں اس لئے تعلیم جتنی ہوگی اتنا ہی وہ آگے آجائیگا دنیا اس کو مانے گی اور دنیا کو ماننا پڑے گا۔ اگر ہم اپنے اندر صلاحیت پیدا کریں تو دنیا ہم کو مانے گی اگر ہم نے صلاحیت پیدا نہیں کی تو دنیا ہم کو پیچھے کر دے گی راستے سے ہٹا دے گی۔

دین و ایمان کی حفاظت

تعلیم کا مسئلہ بہت اہم ہے دنیاوی تعلیم کا بھی

مسئلہ اور دینی تعلیم کا بھی مسئلہ ہے۔ دنیاوی تعلیم سے دنیا بنتی ہے اور دینی تعلیم سے ہمارا اخلاق، ہمارا عقیدہ، ہمارا مذہب قائم رہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے ہمیں دونوں طرح کی تعلیم کی فکر کرنا پڑے گی۔ اب رہی دنیاوی تعلیم تو اس کے بڑے وسائل دنیا میں پائے جاتے ہیں، اس کے اسکول اور کالج اور درسگاہیں بھی ہیں۔ اور اس کی تعداد بھی کافی ہے، اس کی طرف اتنی توجہ کی ضرورت نہیں اس لئے کہ وہ خود بخود ہو رہا ہے لیکن سب سے بڑا خطرہ اس وقت ہماری دینی تعلیم کا ہے۔ دین کو یہ نہ سمجھئے کہ وہ قرآن مجید حدیث شریف پڑھانے کا ایک نظام ہے۔ صرف ایسا نہیں ہے بلکہ دین کے باقی رکھنے کا نظام ہے، قرآن وحدیث کیا ہے؟ قرآن وحدیث سے ہم کو دین کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اللہ و رسول کی مرضی معلوم ہوتی ہے دین کے احکام معلوم ہوتے ہیں، صرف قرآن شریف اور حدیث شریف پڑھا دینا ہی کافی نہیں کہ ہم نے قرآن وحدیث پڑھا دیا بلکہ ہم نے دین کو باقی رکھنے کا انتظام کیا، ہمارے مدرسے جو ابتدائی ہوں یا اعلیٰ ہوں دونوں کی بڑی اہمیت ہے۔

ابتدائی مدرسے کی اہمیت اس لئے ہے کہ اس سے عقائد درست ہوتے ہیں، بچہ خدا و رسولؐ کی معرفت حاصل کرتا ہے، اگر ہم نے ابتدا میں بچہ کا عقیدہ صحیح نہیں کرایا۔ اللہ اور رسول کا تعارف نہیں کرایا اور اس کے دل میں دین وایمان کی حقیقت اور اللہ و رسولؐ کی محبت نہیں پیدا کردی، تو بچہ جو چاہے گا اچک لے جائے گا اور جو چاہے گا اپنا عقیدہ اس کے دماغ میں ڈال دے گا۔ وہ آپ کا نہیں ہوگا بلکہ -------- وہ دوسرے کا ہوگا، دیکھنے میں آپ تاریخ کے لحاظ سے اور پیدائش کے لحاظ سے بتائیں گے کہ ہمارا لڑکا ہے لیکن -------- وہ آپ کا لڑکا نہیں ہوگا۔ وہ آپ کے عقیدے کے مطابق نہیں ہوگا۔ آپ کے اخلاق کے مطابق نہیں ہوگا۔ آپ کی امنگوں اور توقعات کے مطابق نہیں ہوگا۔ تو ہم اگر اپنے لڑکے کو اپنا لڑکا رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں فکر کرنی پڑے گی کہ اس کے عقائد درست ہوں۔ اس کا اللہ اور رسول سے تعلق باقی رہے، وہ توحید و شرک کا فرق سمجھے اسلئے کہ توحید عظیم دولت انعام ہے۔

یہ ملک شرک کا ملک ہے، شرک یہاں بسا ہوا ہے، ہر طرف شرک پھیلا ہوا ہے تعلیم گاہوں میں شرک ہے اور بازاروں میں شرک آپ کو ملے گا، شرک عام ہے، شرک کا ملک ہے، یہاں اگر ہم تعلیم کو قائم نہیں رکھیں گے تو توحید قائم نہیں رہ سکتی اس کے لئے ہم کو انتظامات کرنے پڑیں گے۔ آج کے ہمارے یہ مدرسے چاہے جتنے بیچارے متواضع قسم کے ہوں، معمولی قسم کے معلوم ہوتے ہوں لیکن یہ بہت اچھے مقصد کے لئے قائم ہو رہے ہیں، ان کی ہمت افزائی کی ضرورت ہے اور ایسے مدرسے اور زیادہ قائم کرنے کی ضرورت ہے یہاں بچوں کے عقائد درست کئے جائیں، اس کو دین سے وابستہ کیا جائے، اللہ اور رسول سے محبت پیدا کی جائے اور اس کو توحید اور شرک کا فرق بتایا جائے تاکہ وہ بڑا ہو کر کسی فساد میں نہ پڑے، کسی جال میں نہ پھنسے اگر کسی گمراہ کرنے والے کی گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریروں میں فرماتے تھے کہ ہم کو اس کا ایسا جذبہ ہونا چاہئے کہ آدمی خواب دیکھتے دیکھتے چلّانے لگے اور لوگ گھبرا جائیں کہ کیا بات ہے، کیا خواب دیکھا ہے، کیا بات ہے کیوں چلّا رہے ہو، کہا کہ ہم نے خواب دیکھا ہے کہ ہم کو کوئی شرک کی تعلیم دے رہا ہے ہم کو کوئی توحید سے ہٹا رہا ہے۔ توحید سے ایسی محبت ہونی چاہئے کہ آدمی کو خواب میں بھی توحید کے عقیدے کا خطرہ معلوم ہو تو بے چین ہو جائے، پریشان ہو جائے، بدحواس ہو جائے اور کیوں نہ ہو شرک اور توحید کا یہ فرق ہے کہ شرک والا جہنم میں جائے گا۔ اور توحید والا جنت میں جائے گا۔ تو شرک کو کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے شرک کو کیسے اپنے گھر میں بسنے دیا جاسکتا ہے، شرک کو کیسے اپنے اوپر طاری کیا جاسکتا ہے، یہ جہنم میں لے جاتا ہے۔ اس طرح اگر شرک کا خطرہ ہو تو آدمی کو بے چین ہو جانا چاہیئے، تڑپ جانا چاہیئے، اور اس میں ایسی کیفیت پیدا ہو جائے جیسے اس کو آگ میں ڈالا جارہا ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی تعلیم کے سلسلے میں کہ کسی نے آگ جلادی اس میں پروانے گر رہے ہیں۔ اس طرح ہماری یہی مثال ہے کہ لوگ شرک میں گرے جارہے ہوں اور میں ان کو پکڑ پکڑ کر نکال رہا ہوں۔

بھائیو! اور دوستو! مدرسہ کی بڑی اہمیت ہے، تعلیم کی بڑی اہمیت ہے یہ پشتہ لگانے کی بات ہے یہ سیلاب ہے ہم سیلاب کی زد میں ہیں۔ اس سیلاب کو ہم روکنے کے لئے جتنا پشتہ بنا سکیں جتنی

روک کر سکیں ہمیں روک کرنی چاہیئے۔ اور پشتہ لگانا اور روک لگانا اسی طرح ہو سکتا ہے۔ اس کے دو طریقے ہیں ایک مثبت طریقہ اور ایک منفی طریقہ ایک تو یہ کہ توحید کو بگاڑنے والی اور دین سے برگشتہ کرنے والی باتوں کا مقابلہ کریں اور ان کو روکنے کی کوشش کریں، ان کی تدابیر ہم اختیار کریں، اور دوسرا طریقہ ایجابی ہے، یعنی مثبت وہ یہ کہ ہم ایسے انتظامات کریں کہ ہم محفوظ رہیں اور کسی خطرہ میں مبتلا نہ ہوں، اور کسی سازش سے بگاڑا نہ جا سکے اس لئے کہ سازشیں چل رہی ہیں۔

ہندوستانی نظام تعلیم

تعلیمی نظام جو ہندوستان میں رائج ہے وہ ہندو دیومالا کو عائد کر رہا ہے، وہ توحید کے عقیدے کو بگاڑ رہا ہے، شرک کے عقیدے کو دلوں میں بٹھا رہا ہے، اگر ہم نے اس سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے بچوں کو اس سے بچانے کے لئے اور نئی نسل کو دین پر باقی رکھنے کے انتظامات نہیں کئے تو نئی نسل ایمان و عقیدہ کے اعتبار سے تباہ ہو جائے گی۔ اس کے لئے ہمیں انتظامات کرنے پڑیں گے۔ اور اس کے انتظامات یہ ہیں کہ اپنے گھروں کے انتظامات درست کریں ہمارے گھر کے اندر بچوں کی صحیح تربیت ہو، بچوں کے دماغ میں صحیح عقائد ڈالے جائیں۔ پہلے زمانے میں یہ ہوتا تھا کہ بچوں کو ان کی مائیں، ان کی دادیاں انکی پھوپھیاں اور خالائیں انبیاء کے قصے سُناتی تھیں۔ اور ایسے ایسے قصے کہانیاں سُناتی تھیں کہ جس سے ان کے دماغ میں نبیوں کی محبت، نبیوں کے نام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت پیدا ہو جائے چھوٹا بچہ ہے اس کو کہانی سُننے کا شوق ہے مائیں پھوپھیاں اس کو ایسی کہانیاں سُناتی تھیں جس سے عقیدہ درست ہوتا تھا۔ جس سے اللہ اور اس کے رسولؐ سے واقفیت ہوتی تھی۔ محبت پیدا ہوتی تھی کہ بچہ محبوب ہوتا ہے۔ اگر بچہ خطرے میں پڑ جاتا تو ان خطروں کا مقابلہ تھوڑا بہت کر سکتا تھا۔ آج یہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ آج گھروں کے اندر ٹیلی ویژن تربیت کر رہا ہے، ٹیلی ویژن سکھا رہا ہے۔ ماں باپ نہیں سکھا رہے ہیں ماں باپ کو موقع بھی نہیں مل رہا ہے، آج کل بچے ٹیلی ویژن سُنتے ہیں، ٹیلی ویژن دیکھتے ہیں، ریڈیو سُنتے ہیں اور بازاروں میں جا کر اشتہارات دیکھتے ہیں اور بازاروں کا منظر دیکھتے ہیں آج انکی تعلیم اس طریقے سے ہو رہی ہے وہ کیسے مسلمان رہ سکتے ہیں کیسے ان کا عقیدہ درست رہ سکتا ہے، اگر ہم اس کے لئے مثبت انتظام نہیں کرتے، ہم گھروں کا انتظام درست نہیں کرتے، گھروں میں اپنے بچوں کو صحیح باتیں نہیں سکھاتے اور ان کے اخلاق کو درست رکھنے کی کوشش نہیں کرتے تو چوری سیکھنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ غلط اخلاق سیکھنے میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس لئے پہلے ہمیں اپنے گھروں کو درست کرنا پڑے گا اس کے بعد ہمیں مدارس کا جال بچھانا پڑے گا جہاں ہمارے بچے پہلے دین کی بنیادی باتیں سیکھ لیں۔ ان کے عقائد درست ہو جائیں ان کو اللہ اور رسولؐ کی پہچان ہو جائے ان کو توحید اور شرک کا فرق معلوم ہو جائے تو ان کو جو تعلیمی نصاب کے خطرات پیش آتے ہیں ان کا تھوڑا بہت وہ مقابلہ کر لیں گے۔ لہٰذا اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم بچوں کی تعلیم کا انتظام کریں اور ایسی تعلیم کا انتظام کریں کہ ان کے اخلاق، ان کا عقیدہ، ان کا دین محفوظ رہے اور اس کے بعد وہ تعلیم بھی حاصل کریں، ان کا عقیدہ جب درست ہو جائے گا، اللہ اور رسولؐ سے وابستگی ہو جائے گی تو انشاء اللہ وہ محفوظ ہوں گے، اور پھر وہ آپ کے ہوں گے آپ سے محبت کرنے والے ہوں گے، آپ کے خیالات ماننے والے ہوں گے، آپ کے عقیدے کے مطابق ہوں گے، آپ ان کو دیکھ کر خوش ہوں گے، آپ اس دنیا سے جائیں گے تو خوشی خوشی جائیں گے کہ ہمارا لڑکا ایسا ہے ہم ایسی نسل چھوڑ کر جا رہے ہیں، ہم ایسی اولاد چھوڑ کر جا رہے ہیں جو ہمارے راستے پر ہے جو ہمارے لئے دعا کرے گی، جو ہمارے لئے ثواب کا باعث بنے گی اور اگر وہ اولاد ایسی ہے کہ جس کو دوسروں نے اچک لیا ہے دوسروں نے اس کے دماغ کو بدل دیا ہے اس کے عقیدے کو خراب کر دیا ہے وہ اولاد آپ کے کس کام کی ہے وہ آپ کو گالی دے گی۔ وہ آپ کو بُرا بھلا کہے گی اور آخرت میں آپ کے لئے ثواب کا باعث نہیں ہوگی، یہ بہت دردناک بات ہے، بہت چونکا دینے والی اور فکر پیدا کر دینے والی بات ہے چونکہ ہمارے سامنے جلدی یہ چیز پیش نہیں آتی، اس لئے ہم اس سے غافل ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ ایسا ہے کہ دس سال کے بعد، بیس سال کے بعد

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

انسانی حقوق و فرائض کی ادائگی کا حکم

(تیسری و آخری قسط)

حضرت مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی

جو لوگ خدا کے لئے صبر سے کام لیتے ہیں، اور برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتے ہیں، ان کا انجام بخیر ہوگا۔

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (رعد-۲۲)

اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی خوشنودی کیلئے صبر کیا، اور نمازیں پڑھیں اور ہم نے ان کو جو رزق دیا تھا اس میں خفیہ اور علانیہ خدا کی راہ میں خرچ کیا، اور برائی کے بدلے نیکی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا انجام بخیر ہوگا۔

احسان وسلوک

زندگی کے کاروبار اور انسانوں کی ضرورتوں میں ایک دوسرے کی عملی ہمدردی، امداد و امانت اور احسان وسلوک پر انسانی معاشرہ قائم ہے۔ اگر یہ شریفانہ جذبہ نہ ہو تو معاشرتی مسرتوں کا خاتمہ ہو جائے اس لئے اسلام میں احسان وسلوک کی بڑی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بڑا محسن ہے۔ اس کی صفات میں ایک صفت احسان بھی ہے بندوں کے ساتھ اُس کے احسانات کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا (ابراہیم-۳۴)

اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو اس کا احاطہ نہیں کر سکتے؛

اس لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی ایک دوسرے کے ساتھ احسان و حُسن وسلوک سے پیش آئیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ (نحل-۹۰)

اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے ساتھ عدل و احسان وسلوک کا اور قرابتداروں کو دینے کا حکم دیتا ہے،

ایک دوسری آیت میں ہے،

أَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ (قصص-۷۷)

تم بھی احسان کرو جس طرح خدا نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے۔

اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے،

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (بقرہ-مائدہ)

اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

انسانی ضرورتوں اور احتیاجوں کی طرح احسان وسلوک کی شکلیں بھی بے شمار ہیں۔ ان کا احاطہ دشوار ہے اس کی مختصر تعریف یہ کی جا سکتی ہے کہ دوسروں کی ہر قسم کی جائز امداد و اعانت اور ہر وہ نیک کام جس سے دوسروں کی ضرورت پوری اور مشکل آسان ہو یا اس کو آرام و راحت اور خوشی و مسرت حاصل ہو، اس اعتبار سے احسان میں ایک انسان سے متعلق دوسرے انسانوں کے جملہ اخلاقی فرائض آجاتے ہیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے اور اس سے ہر سلیم الفطرت انسان واقف ہے۔

رحم: انسانیت کا ایک بڑا وصف جس سے اس کی تکمیل ہوتی ہے، رحم ہے، جس انسان میں رحم نہ ہو وہ حیوان، اور جس دل میں لطف و محبت نہ ہو وہ پتھر کا ٹکڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا وصف رحمٰن و رحیم ہے۔ رحمت اس پر اس قدر غالب ہے کہ رحمٰن و رحیم جو اس کے اسمائے حسنیٰ میں ہیں انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اسم علم کی جگہ لے لی ہے چنانچہ رحمٰن و رحیم کا اطلاق صرف اس کی ذات پر اور کلام مجید کی ہر سورہ کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا ہے۔ سارا عالم اس کی رحمت کا جلوہ گاہ ہے۔

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا (مومن-۷)

اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم سب چیزوں پر حاوی ہے۔

وہ سب سے بڑا رحم والا ہے، "أَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ"

اس نے اپنے اوپر رحمت واجب کر لی ہے کلام مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ لِمَنْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلْ لِلَّهِ كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (انعام)

پوچھئے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے کس کا ہے کہہ دیجئے اللہ کا ہے، اس نے (مخلوقات پر) رحمت اپنے اوپر واجب کر لی ہے۔

چنانچہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ ۝ (انبیاء)

ہم نے تم کو ساری کائنات کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔

آپ کی ذات سراپا رحم و کرم تھی،

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ (توبہ)

لوگو تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں تمہاری تکلیف ان پر شاق گذرتی ہے اور ان کو تمہاری بہبود کا ہوکا ہے اور وہ مسلمانوں پر نہایت درجہ شفیق و مہربان ہیں،

صحابہ کرامؓ کا یہ خاص وصف تھا کہ آپس میں بڑے رحم دل تھے۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ

عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۝ (فتح)

محمد رسول اللہ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کفار پر زور آور اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں،

رحم اللہ تعالیٰ کے اسم صفت رحمٰن ہی کی ایک شاخ ہے، جو شخص اس کو جوڑتا ہے، اللہ اس کو جوڑتا ہے، اور جو اس کو کاٹتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو کاٹ دیتا ہے،

الرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ[1]

رحم رحمٰن کی جڑ سے نکلی ہوئی ایک شاخ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص تجھ کو جوڑے گا، میں بھی اس کو جوڑوں گا جو تجھ کو کاٹے گا میں بھی اس کو کاٹوں گا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ دنیا میں جہاں بھی رحم و کرم کا جلوہ ہے، سب اسی رحمتِ الٰہی کا پرتو ہے۔ حدیثوں میں بھی رحم کی بڑی تاکید آئی ہے۔

الرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ[1]

رحم کرنے والوں پر خدائے رحمٰن رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے،

مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمُهُ اللّٰهُ[2]۔

جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا، اور رحم و کرم کا یہ حکم کسی خاص طبقہ کیلئے نہیں بلکہ ساری مخلوق اس میں برابر کی شریک ہے حدیث میں ہے،

الخلق کلهم عیال اللّٰه فاحب الخلق الی اللّٰه من احسن الی عیاله۔

ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ مخلوق وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔

بندوں کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ خدا کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ ہے۔

اس حدیث سے خلقِ خدا کے ساتھ رحم و کرم کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ،

تم اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، میں بتاؤں آپس میں محبت کا ذریعہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا ایک دوسرے کو سلام کرو، تم میں محبت پیدا ہو جائے گی، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس وقت تک تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت کا برتاؤ نہ کرو۔ لوگوں نے عرض کیا ہم سب رحم کرتے ہیں، فرمایا کسی ایک شخص کی رحمت نہیں بلکہ رحمتِ عالم مطلوب[3] ہے

نرمی اور لطف و مدارات

انسانی اخلاق کا ایک پہلو، نرمی لطف و مدارات اور حسن اخلاق بھی ہے، یعنی ہر معاملہ میں سختی کے بجائے نرمی اختیار کی جائے، اخلاق سے ملا جائے، نرم اور میٹھی بات کی جائے، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت لطیف بھی ہے اور بندوں کے ساتھ اس کا معاملہ لطف اور نرمی کا ہے؛

اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (شوریٰ)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ لطف فرماتا ہے، بے حساب روزی دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی و ملاطفت کی ان الفاظ میں توصیف فرمائی گئی ہے،

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران)

پس اللہ کی رحمت کے سبب سے آپ ان کے لئے رحمدل ہوئے اگر آپ مزاج سے اکھڑ ہوتے تو وہ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔

درحقیقت حلم و بردباری عفو و درگذر نرم دلی خوش اخلاقی و خندہ جبینی انسانی اخلاق کا زیور ہیں جن سے ان کا حسن دوبالا ہوتا ہے، نرمی ہر چیز کو سنوارتی اور سختی بگاڑتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ان الرفق لا یکون فی شیئ الا زانه ولا ینزع من شیئ الا شانه[4]

اللہ تعالیٰ خود نرم ہے اور نرمی کو پسند اور سختی و درشتی کو ناپسند کرتا ہے؛

ان اللّٰه رفیق یحب الرفق ویعطی علی الرفق ما لا یعطی علی العنف وما یعطی سواه[4]،

اللہ نرم خو ہے اور نرم خوئی کو پسند کرتا ہے۔ اور نرمی پر جو کچھ دیتا ہے وہ سختی یا اور کسی چیز پر نہیں دیتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت پر بڑے مشفق تھے اس لئے آسانی پیدا کرنے کی ہدایت فرماتے اور سختی پیدا کرنے سے منع کرتے تھے۔

یسّروا ولا تعسّروا وسکّنوا ولا تنفّروا

آسانی پیدا کرو اور دشواری پیدا نہ کرو، اور تسکین دلاؤ، اور وحشت نہ دلاؤ۔

ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰؓ اور معاذ بن جبلؓ کو کسی مقام پر تبلیغ کیلئے بھیجا، تو ہدایت فرمائی

یسّروا ولا تعسّروا وبشّروا ولا تنفّروا (بخاری)

لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا دشواری نہ پیدا کرنا۔ ان کو بشارت دینا، وحشت نہ دلانا،

لطف و مدارات کیلئے حسن اخلاق ضروری

---

[1] بخاری ابواب البر والصلۃ باب ما جاء فی رحمۃ الناس،

[2] الادب المفرد باب من لا یرحم لا یرحم،

[3] [4] یہ سب حدیثیں مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل الرفق میں ہیں۔

ہے، اس لئے حسن اخلاق پر بھی اسلام نے بڑا زور دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان خیارکم احسنکم اخلاقا (بخاری)

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہے۔

اللہ کے نزدیک بدترین انسان وہ ہے جس کی بدزبانی کے خوف سے لوگ ملنا جلنا چھوڑ دیں،

ان اشر الناس منزلة عند اللّٰه یوم القیامة من ودعه او ترکه الناس اتقاء فحشه[1]

اللہ کے نزدیک قیامت میں درجہ میں سب سے بُرا انسان وہ ہے جس کی بدکلامی سے بچنے کیلئے لوگ اس کو چھوڑ دیں۔

ظلم کی مذمت: عدل و انصاف رحم و کرم عفو و درگذر اور احسان و سلوک سے جس طرح انسان سنورتا ہے، معاشرہ سرسبز ہوتا ہے، دنیا شاد و آباد ہوتی ہے، اسی طرح ظلم سے انسانی فطرت مسخ ہو جاتی ہے، اس کی درندگی سے معاشرہ تباہ ہوتا ہے اور دنیا ویران ہو جاتی ہے، اس لئے کلام مجید میں جتنی عدل و احسان کی توصیف و قیامِ عدل کی تاکید ہے اس سے زیادہ ظلم کی مذمت بیان ہوئی ہے:

اللہ ظلم کو پسند نہیں کرتا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (آل عمران)

اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا،

ظالم ہدایتِ الٰہی سے محروم ہیں:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (بقرہ، آل عمران)

اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا،

حدیثوں میں بھی مختلف عنوانوں سے ظلم کی مذمت کی گئی ہے۔ اور ظالموں کیلئے بڑی وعید آئی ہے، مسلم کی ایک طویل حدیث قدسی کا ٹکڑا ہے

یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلته بینکم محرما فلا تظالموا[2]

اے میرے بندو میں نے اپنی ذات پر ظلم حرام کر لیا ہے اور تم لوگوں کے درمیان بھی ظلم حرام کیا ہے اس لئے ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو،

مسلم کی دوسری روایت میں ہے:۔

اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیامة[3]،

ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن ظلمات (اندھیرا) ہو جائے گا۔

خدا اور مظلوم کی بد دعا کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

اتق من دعوة المظلوم فانها لیس بینها وبین اللّٰه حجاب[4]

مظلوم کی بد دعا سے بچو کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اللہ عزوجل ظالم کو ڈھیل دیتا ہے، لیکن جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا اور پھر یہ آیت پڑھی۔ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ۔

(ہود - ۹)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی پر کسی طرح کا ظلم کیا ہو، اس کی آبرو ریزی کی ہو، یا کوئی اور ظلم کیا ہو، اس کو چاہئے آج اس دن سے پہلے اپنے ظلم کو معاف کرا لے جب اس کے پاس دینے کیلئے درہم و دینار کچھ پاس نہ ہوں گے، ورنہ اس کے پاس جو نیک عمل ہوں گے، وہ بقدر ظلم اس سے چھین لئے جائیں گے۔ اور اگر نیک عمل نہ ہوں گے، تو مظلوم کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے[4]

(تلخیص از دینِ رحمت)

---

[1] بخاری باب مداراة من یتقی فحشه،

[2] مسلم کتاب البر والصلة والآداب باب تحریم الظلم

[1] مسلم کتاب البر والصلة والآداب باب تحریم الظلم۔

[2] بخاری کتاب المظالم باب الاتقاء والحذر من دعوة المظلوم،

[3] مسلم کتاب البر والصلة والآداب باب تحریم الظلم،

[4] بخاری کتاب المظالم،

ناشر حضرات توجہ دیں

جو ناشر حضرات اشاعتی ادارے یا ادیب و شاعر اپنی کتابیں تبصرہ کے لئے ہمیں روانہ کرتے ہیں وہ اس کا ضرور خیال رکھا کریں۔

(۱) کتاب زیادہ سے زیادہ ایک سال کے عرصہ کے دوران شائع ہوئی ہو، زیادہ پرانی کتابوں پر تبصرہ ممکن نہیں ہے۔

(۲) چند صفحات پر مشتمل پمفلٹ قسم کی کتابیں بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، نہ ہی تبصرہ نگار کے پاس وقت ہے اور نہ ہی تعمیر حیات کے صفحات میں اس کی گنجائش ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی مدظلہ العالی کی دارالعلوم ندوۃ العلماء میں آمد

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیم حضرت مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی مدظلہ موسم گرما کی تعطیل سے قبل حجاز مقدس تشریف لے گئے تھے۔ اور دارالعلوم کھلنے کے بعد تشریف لائے۔ اور کمزور صحت کے باوجود دارالعلوم کے جملہ امور سے دلچسپی لینے کے ساتھ ساتھ درجات علیا کے درس کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا۔ جس میں طلباء بڑے ذوق و شوق کے ساتھ شریک ہو رہے ہیں۔

دینِ مُبین کی روشن کرنیں

● محمد ابراہیم انصاری (بھیونڈی)

تاریخ عالم کا عظیم ترین انسان

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ تھا میں کسی کام سے ضلع کلکٹر کے دفتر میں گیا ہوا تھا۔ اپنے کام سے فارغ ہو کر میں نے ڈپٹی کلکٹر صاحب سے اجازت طلب کی تو انھوں نے مجھے ٹھہرنے کیلئے کہا اور چائے منگوانے لگے میں نے معذرت کرلی اور انھیں بتایا کہ میرا روزہ ہے انھوں نے کچھ دوستانہ گفتگو کے لئے روک لیا۔

مجھ سے دریافت کیا کہ خدا تو ایک ہے مگر پھر اتنے مختلف مذاہب کیوں ہیں؟ مذاہبِ عالم پر میرا کوئی گہرا مطالعہ نہیں ہے پھر بھی میں نے اپنی معمولی استعداد کے تحت انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

میں نے ان سے عرض کیا۔ اللہ ایک ہے وہی اس کرۂ ارض وسماء اور انسان، حیوان، نباتات و جمادات کا خالق ہے۔ اس نے انسان کو پیدا کر کے اندھیروں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ نہیں دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی اسے زندگی گذارنے کا لائحہ عمل بھی عطا فرمایا۔ پہلے انسان حضرت آدم علیہ السّلام پہلے پیغمبر بھی تھے۔ تاکہ لوگوں کو ہدایت دیں کہ اس طرح زندگی گذاریں ان کے بعد انبیاء کرام دنیا کے ہر گوشہ میں مبعوث فرمائے گئے جو انسان کو راہ مستقیم کی رہنمائی کرتے رہے بدقسمتی سے ان کی تعلیمات محفوظ نہیں رہیں اور گذرتے وقت کے ساتھ ان میں آمیزشیں ہوتی چلی گئیں اور حقیقت اوجھل ہوگئی۔ ہر نبی نے ایک ہی دین اسلام پیش کیا تھا۔

آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مقدس صحیفہ قرآن مجید آپؐ پر ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہوا چونکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تیئس ۲۳ سال میں اترا اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس مقدس کتاب کا ایک ایک لفظ اور زیر زبر محفوظ ہوتا گیا اور ہمیشہ رہے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اسلامی تعلیمات کا درس دیا بلکہ اپنی زندگی میں انھیں عملی جامہ پہنا کر دکھا دیا۔

میرے دوست ڈپٹی کلکٹر نے مداخلت کرتے ہوئے بتایا کہ انھوں نے سیرۃ مبارکہ کا مطالعہ کیا ہے اور یقین رکھتے ہیں کہ:

● وہ عظیم ترین انسان تھے۔ تاریخ عالم میں ان کی بلند شخصیت کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا ہے۔

● وہ بڑے پرہیزگار، دیندار اور سوخت عبادت گذار انسان تھے۔ راتوں میں گھنٹوں نمازیں ادا کرنا ان کا شعار تھا۔ مگر ساتھ ہی وہ ایک پرسکون اور شاد و مطمئن ازدواجی زندگی گذارتے تھے۔ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نکاح کے بغیر انسان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا ہے)

● وہ بڑے قابل منتظم و دور اندیش سیاستداں ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ماہر سپہ سالار بھی تھے آپ نے ۲۷ جنگوں میں نہایت کامیابی کے ساتھ میدان کارزار میں قیادت فرمائی۔

● دنیا جہان کی دولت آپ کے قدموں میں آگری مگر آپ کی نجی زندگی ہمیشہ انتہائی عسرت، سادگی اور قناعت میں گذری۔ آپکے اہل خانہ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ جو کچھ بھی جب بھی آپ کے پاس رہا ضرورتمندوں میں تقسیم کر دینا آپ کی بے پناہ فراخدلی، کریم النفسی اور فیاضی کی تصدیق کرتا ہے۔

● اللہ تعالیٰ نے جب انھیں دشمنوں پر غلبہ عطا فرما دیا اور آپ ان سے انتقام لینے پر قادر ہو گئے تو آپ نے نہایت فراخدلی سے انھیں معاف فرما کر ان کے دل جیت لئے اور وہ اسلام کے سایۂ عافیت میں آگئے۔

● یقیناً آپ روئے زمین پر انسانیت کی معراج پر جلوہ گر عظیم ترین انسان تھے۔

میں اپنے ہندو دوست کے عمیق مطالعۂ سیرۃ مبارکہ اور حضور اکرم کی عظمت وصداقت کے اعتراف سے بہت متاثر ہوا ہمیں اللہ تعالیٰ کے پیغام دین مبین اسلام کی تعلیمات پر عمل کرکے اس کی روشنی کو ساری دنیا کے انسانوں تک پہنچانا چاہیے جو آج اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں، یہ ہمارا اولین فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان، جدوجہد اور اقدام کی توفیق عطا فرمائے۔

مسلم خواتین جنت میں رہتی ہیں

ایک سرکاری ملازم خاتون کہہ رہی تھیں کہ مسلمان عورتیں تو دنیا میں ہی جنت میں رہتی ہیں میں نے وضاحت چاہی تو کہنے لگیں ہم لوگ نوکری کرنے پر مجبور ہیں، مستقل ملازمت کی بدولت ہمیں شادی کا رشتہ پانے میں بڑی آسانی ہوجاتی ہے شادی کے بعد بھی ملازمت پر قائم رہنا ضروری ہوتا ہے گھر کا خرچ چلانے کے لئے اپنی تمام نجی ذمہ داریوں کے باوجود پیسہ کمانے کے لئے ہماری تگ ودو بھی لازم رہتی ہے۔ ملازمت کے دوران اپنی فطری شرم وجھجک کو قدرے جھٹک کر بیباکی اختیار کرنی پڑتی ہے جو یقیناً نسوانیت کی عظمت کے خلاف ایک بیچارگی کا قدم ہے۔ عورت کو احترام کی نگاہ کے بجائے بری نظر سے دیکھنے والوں کو ہمیں صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کرنا پڑتا ہے اس کے برخلاف مسلمان ایک غیور قوم ہے۔ اپنی خواتین کو گھر کی چہار دیواری میں حفاظت مہیا کرواتا ہے خود زمانہ کی دھوپ میں پسینہ بہاتا ہے۔ مشقتیں برداشت کرتا ہے اور اپنے گھر نیز اہل خانہ کو چین وسکون عطا کرتا ہے اسی لئے ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں دنیا ہی میں جنت میں رہتی ہیں۔

پردہ عورت کی آتما کی آواز ہے

ایک افسر کو میں نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتاب "پردہ" کا ہندی کا ترجمہ پیش کیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کے گھر جانے کا اتفاق ہوا۔ ان کی اہلیہ نے مجھ سے مصنف کے بارے میں دریافت کیا میں نے انھیں بتایا کہ مولاناؒ اس دور کے ذہن وماحول کو سامنے رکھتے ہوئے ایک لکھنے والے اچھے صاحب قلم تھے۔ خاتون نے اس کتاب کی بڑی تعریف کی اور کہنے لگیں کہ پردہ ہم عورتوں کی آتما کی آواز ہے۔ انھوں نے بتلایا کہ ان کا وطن راجستھان ہے اور ان کے سماج میں مسلمانوں سے بھی زیادہ سخت پردہ کا رواج ہے۔ مگر ہم اتنی بدقسمت ہیں کہ مرنے کے بعد جب چتا پر آگ دی جاتی ہے تو پہلے کپڑے ہی نہیں ہمارا سارا پردہ چاک چاک ہوجاتا ہے۔

اُمّت اپنا فریضہ یاد رکھے

ایک محفل میں چند دوست محو گفتگو تھے ایک نے کہا اسلام کی ہندوستان میں آمد سے سماج پر بڑے دوررس اور خوشگوار اثرات مرتب ہوئے ہیں ہندو سماج میں نابرابری اور مختلف نسلوں کے درمیان اونچ نیچ کا تصور دنیا کے منافع بخش کاروبار پر ایک طبقہ کو مذہب کی جانب سے اجارہ داری دیدینے اور فوراً اکثریت کو ذلیل وخوار بنا کر ان کے استحصال کو روا رکھنا، عورتوں کو عزت واحترام اور وقار سے محروم رکھنا جیسی لعنتوں پر اسلامی تعلیمات کی وجہ سے کاری ضرب لگی ہے اب تک کمزور طبقہ اپنا انسانی مقام پا نہیں سکا ہے، جابر اور ظالم بہت منظم ہیں اور بڑی عیاری سے اپنا تسلط اب تک برقرار رکھے ہوئے ہیں مگر پسماندہ اور مظلوم بھی متحرک ہیں اور مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس کی ترغیب انہیں یقیناً اسلام کی روشنی سے حاصل ہوئی ہے۔ یہی سبب ہے کہ انسانی حقوق کے غاصب اسلام دشمن افراد اسلام پر مختلف سمتوں سے نشانہ بازیاں کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف دن رات ان کی ریشہ دوانیاں جاری ہیں۔ ایک عرصہ دراز تک بنیاد پرست کا طعنہ دیتے رہے۔ جب معلوم ہوا کہ ہر عقیدہ کا ماننے والا پہلے بنیاد پرست بن کر ہی اس کا پیروکار بنتا ہے اور طعن وتشنیع کا یہ سکہ کھوٹا ثابت ہوگیا تو اب دہشت گرد اور جہاد کا واویلا کرنے لگے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مسلمان کبھی بھی دہشت گرد نہیں ہوسکتا۔ ظلم کے خلاف سینہ سپر ہوجانا اور حق و انصاف کیلئے جان لڑا دینے کی جو تعلیم اسلام پیش کرتا ہے وہی تو کمزوروں کو صدیوں سے اپنا غلام بنا کر رکھنے والے عیاروں کو بڑی گراں گزر رہی ہے اور اسے اپنا دشمن نمبر ایک سمجھنا ان کی بڑی ضرورت بن گئی ہے۔

آج ملک کا سماج اخلاق باختہ ہوچلا ہے ہر طرف اندھیرا چھا رہا ہے، ہر گناہ کو آزادی فکر و عمل اور ترقی پسندی کے نام پر جاری رکھنے کیلئے اسلام کے خلاف برسرپیکار رہے اور مسلمان برائیوں کی مخالفت کے بجائے آپس میں ہی آستینیں چڑھانے پر آمادہ رہتے ہیں کاش اسلام کی روشنی سے اُجالا کرنے کیلئے اُمّت اپنا فریضہ یاد رکھے۔

معلّمین ومعلّمات کا مرتبہ اسلام کی نظر میں

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے صرف انسان کو ضمیر اور نفس کی قوتیں عطا فرمائی ہیں جن کے ذریعہ وہ نیکی اور بدی کے عمل پر اختیار رکھتا ہے اور ایک محاسبہ کا سزاوار بھی ہے۔ لہٰذا ابتدائی عمر ہی سے اس کی تعلیم وتربیت لازم ہوجاتی ہے۔

ہمارے ملک میں لاکھوں اسکول ہیں جہاں سرکاری نصاب کے مطابق طلباء کو روزی کمانے کے لائق بنایا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی حیوانی ضروریات پوری کر سکیں۔ کھانا پینا اور مر جانا تک ہی ان کی نظر محدود رہتی ہے۔ مرنے کے بعد کی زندگی اور محاسبہ کا ان کے پاس کوئی تصور نہیں ہے اور نہ ہی دنیا میں انسان کی اخلاقی ذمہ داریوں وفرائض کی ادائیگی معاشرہ کو پاکیزہ اور خوشگوار بنانے کے لئے جدوجہد امن وانصاف اور اخوت کو رائج کرنے کیلئے محنت ایثار واخلاص کے ساتھ اپنے آرام وآسائشوں کی قربانی وغیرہ کو انسان کی تخلیق کا معین مقصد ہونا کہیں اس پر عائد نہیں کیا گیا ہے۔

اس فریضہ کو ادا کرنے کے لئے خالق کائنات کے احکامات قرآن مجید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بار بار مذکور ہیں مگر ہم اس کو نظر انداز کرنے کے سنگین جرم کے مرتکب ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں اساتذہ کرام کا مرتبہ بہت بلند بتایا گیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

● تمہارے تین باپ ہیں ایک وہ جس کے گھر میں تم پیدا ہوئے دوسرا وہ جس نے اپنی بیٹی تمہارے نکاح میں دی اور تیسرا استاد جس نے تمہیں علم و آگہی عطا کی۔

● آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ استاد

نیاتمی ہے قیامت کے روز وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ امت کی صورت میں آئیگا (سنن بیہقی)

- عالموں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ نبیوں کے وارث ہیں۔ انبیاء نے میراث میں مال و دولت نہیں چھوڑا ان کی میراث علم ہے (اصحاب السنن بغیر)
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منصب بھی بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں بطور استاد و معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے لئے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں کہ تمہیں علم و حکمت سکھاتا ہوں (سنن ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں کئی بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم منصب کا ذکر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران جس وقت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ خانۂ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو دعا فرما رہے تھے کہ پروردگار! میری امت میں سے ایک رسول عطا فرما جو لوگوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔" حقیقتاً یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں" (سورہ فاطر: ۲۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انبیاء کرام کی آمد کا سلسلہ بند ہو گیا ہے اب ہمارے علماء اور اساتذہ کرام، معلمین و معلمات علم و آگہی عطا کرنے کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ملت کی تعمیر اب ان کی مدد کی محتاج ہے۔ ان کا ادب و احترام ہمارا فرض ہے ہمارے ملک میں قوم مسلم تعلیم کے میدانوں میں سب سے آخری قطار میں کھڑی ہے ہمارے طلباء میں تعلیم ادھوری چھوڑ دینے (DROPOUTS) کا مرض بڑا عام ہے ان میں پوشیدہ ایسے روشن ستارے بھی ڈوب جاتے ہیں جو مستقبل میں ملک و قوم کیلئے باعث فخر ہو سکتے ہیں ان کو بچانے کی عظیم خدمت والدین اور دردمندانِ ملت سے زیادہ ہمارے محترم معلمین و معلمات ہی انجام دے سکتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ مختلف تنظیمیں مہاراشٹر میں اور خصوصاً کوکن اور پونے میں تعلیم، اساتذہ کرام و والدین اور طلباء کے درمیان بڑی مضبوط کڑیاں جوڑ رہی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کامیاب کرے اور دوسرے صوبوں تک وسعت عطا فرمائے۔

تقسیم ہند کے بعد سیاسی وجوہ کے باعث ہماری معیشت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ تعصبات کی لعنتوں نے ملک کی ترقی کے منصوبوں سے بھی ہمیں دور رکھا ہے اور لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ مسلمان عصری علوم سے غافل ہیں یا جدید علوم کے تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہیں یہ غلط فہمیاں دور ہونی چاہئیں اسلام نے اپنے ماننے والوں کو قیامت تک ہر چیلنج کو قبول کرنے اور مقابلہ کرنے کے قابل بنایا ہے مسابقت کا دور ہے۔ سخت محنت، لگن اور ایک پُر زور یلغار کی ضرورت ہے۔

خدمتِ خلق کی عظمت ہمارے سبق کا باب اول ہے

ہمارے بہت سارے اسکولوں اور کالجوں میں غیر مسلم طلباء و طالبات بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں ضرورت ہے کہ ان کی تعداد اور بڑھے تاکہ ان کی علمی ضرورت پوری ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری معاشرت کا برادرانِ وطن میں بہترین تعارف بھی ہو

کچھ ہی عرصہ قبل پرنسپل سید انور علی صاحب نے مجھے اپنا ایک واقعہ سنایا تھا۔ بھٹکل کالج سے ریٹائرمنٹ کے سالوں بعد ایک روز آپ بنگلور میں بس کی قطار میں کھڑے تھے اچانک ایک بڑی سی کار رکی اور ایک خوش پوش جوڑا اترا اور دونوں نے فٹ پاتھ پر کھڑے سید انور علی صاحب کو نمسکار کیا اور ان کے پیر چھوئے۔ سید صاحب حیران، ان سے دریافت کیا آپ لوگ کون ہیں۔ ان صاحب نے جواب دیا "سر! میں آپ کا شاگرد ہوں۔

ایک صاحب مجھے ایک انشورنس کمپنی میں ملے سینئر آفیسر تھے بتانے لگے انھوں نے اسماعیل یوسف کالج میں تعلیم حاصل کی تھی وہاں کے کئی مسلمان پروفیسروں کو بڑی عقیدت سے یاد کرتے تھے۔ کہنے لگے وہ لوگ کالج کے نصاب پر لکچر کے علاوہ انسانی اخلاق و کردار کی اہمیت اور افادیت پر بڑا زور دیتے تھے ان کی نصیحتوں نے طلبا میں شرافت و انسانیت کو بلند کر دیا تھا۔ اور وہ زندگی بھر ان کی عظمتوں کو فراموش نہیں کر سکے ہیں۔

وطنِ عزیز میں ہمارے خلاف بڑی غلط فہمیاں مسلسل پھیلائی جا رہی ہیں اس کا جواب ہم اسلامی معاشرت کے تعارف کے ذریعہ بہترین انداز میں دے سکتے ہیں برادرانِ وطن کو قریب لانا چاہیے محبت اور اخوت کی یلغار ہمارا ہتھیار ہے خدمتِ خلق کی عظمت ہمارے سبق کا بابِ اول ہے۔ اسلام کا پیغام پہنچانے کا یہ بھی ایک مؤثر طریقہ ہے۔

خدا کرے اب ہمارا عزم و ارادہ مستحکم ہو، شعور بیدار ہو اور غیرت کروٹ لے جھوٹ اور فریب کا دیوں کا خاتمہ ہو اور سازشیں و عیاریاں تار تار ہوں انشاء اللہ ہم لوٹیں گے اس بلندی پر جہاں ہر فرد وطن ہم سے پُر امید ہو اور ہم پر اعتماد کرے ہم وطنِ عزیز کے معماروں میں ہراول دستہ میں ہوں گے، جس طرح آزادیٔ ہند کی جنگ میں سر بکف ہم ہی آگے تھے، انشاء اللہ العزیز۔

دعائے مغفرت

تعمیر حیات کے قدرداں جناب محمد عثمان صاحب بن حافظ عبدالقیوم صاحب کا طویل علالت کے بعد اپنے آبائی وطن شاہجہاں پور (ایم۔ پی) میں ۲۹ جولائی سنہ ۲۰۰۱ء کو انتقال ہو گیا
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔
اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔
قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تقلید اور عدم تقلید

کے مابین کوئی ایسا اصولی فرق نہیں ہے جس کا تعلق ایمان و عقیدہ سے ہو

مولانا عقیدت اللہ قاسمی کی مولانا جلال الدین عمری سے ایک گفتگو

س:- آج کل تقلید و عدم تقلید کے مسئلہ پر زوردار بحث چھڑی ہوئی ہے اس پس منظر میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں کہ اسلام میں فقہی مسالک کی آئینی اور اصولی حیثیت کیا ہے؟

ج:- اسلام میں فقہی مسالک کی قانونی اور آئینی حیثیت یہ نہیں ہے کہ انہی پر چلنا اور عمل کرنا فرض یا واجب ہے۔ البتہ اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور سے جو فقہی مسالک رائج ہیں چاہے وہ فقہ حنفی ہو یا فقہ شافعی یا فقہ مالکی و حنبلی ان کے علاوہ اور بھی کئی فقہی مسالک ہیں ان پر امت کا اعتماد رہا ہے۔ اور یہ اعتماد مسلسل چلا آرہا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی دور میں مسلمانوں نے ان تمام مسالک کو یکسر مسترد کر دیا ہو۔

امت کی بہت بڑی اکثریت بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ امت کا ۸۰۔۹۰ فیصد (اسی نوے) حصہ ان پر اعتماد کرتا چلا آرہا ہے۔ امت کا یہ اعتماد اس وجہ سے ہے کہ ان کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے اور کتاب و سنت کی روشنی میں ان مسالک فقہ میں مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔

س:- آپ نے فرمایا کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی دور میں مسلمانوں نے ان تمام مسالک کو یکسر مسترد کر دیا ہو، اس کی وضاحت فرمائیں؟

ج:- یعنی ان تمام مسالک کو مجموعی طور پر امت نے رد کر دیا ہو یا ان کو نا قابل قبول قرار دیا ہو۔ یہ نہیں ہوا۔ البتہ ان کی رایوں سے اختلاف رہا ہے۔

س:- مگر جن کو آج اہل حدیث کہتے ہیں اور پہلے بھی ایسے لوگ رہے ہیں خاص طور سے علماء اور ائمہ حدیث وہ تقلید اور تقلیدی مسالک کی مخالفت کرتے رہے ہیں؟

ج:- میرا منشا یہ نہیں ہے کہ ان مسالک سے کسی نے اختلاف نہیں کیا، اختلاف کیا گیا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ سب کو ایک ساتھ رد کر دیا ہو کسی بھی مسئلہ میں ان میں سے کسی کی بھی رائے کو قابل قبول نہ قرار دیا ہو۔ آپ دیکھیں گے کہ فقہ حنفی جو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے جس میں امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ اور بعد کے اصحاب نے مسائل کی توضیح کی ہے۔ فقہ شافعی کے علماء نے اس پر زبردست تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ فلاں فلاں مسئلہ میں قرآن کو سمجھنے یا احادیث کے معاملہ میں امام ابوحنیفہ کو تسامح ہوا ہے، لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ پوری امت نے حنفیت، شافعیت وغیرہ سب کو رد کر دیا ہو۔ بلکہ یہ ہوا ہے کہ حنفی علماء نے شافعی علماء کے اعتراض کا جواب دیا ہے اور اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے دلائل پیش کئے ہیں، اسی طرح شافعی علماء نے احناف اور دوسرے علماء کے اعتراضات کے جواب دیئے ہیں، بعض مسائل سے اختلاف کرنا اور بات ہے اور تمام مسالک ہی کو رد کر دینا بالکل مختلف بات ہے۔ محدثین کے یہاں بھی یہی ہوا ہے، ائمہ حدیث نے بہت سے مسائل کے بارے میں بتایا ہے کہ اس سلسلہ میں فلاں کا یہ مسلک ہے اور فلاں کا یہ ہے چنانچہ امام ترمذی وغیرہ صراحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث پر فلاں فلاں نے عمل کیا ہے اور فلاں نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ اختلاف کی بنیادیں بھی بیان کی ہیں۔ امام بخاری نے بھی اپنے انداز میں دوسری فقہوں کے بعض مسائل پر تنقید کی ہے۔

اس طرح چار فقہی مسالک تو امت کے درمیان تسلیم شدہ ہیں۔ رہی یہ بات کہ کس مسئلہ میں کس مسلک کی رائے کتاب و سنت کی روشنی میں زیادہ وزنی ہے، اس پر اختلاف رہا ہے۔

س:- ایسا اختلاف تو خود ان مسالک کے علماء اور ائمہ میں آپس میں بھی رہا ہے۔ خود امام ابو حنیفہؒ سے ان کے شاگرد امام ابو یوسف اختلاف کرتے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ سے ان کے شاگرد امام محمدؒ اختلاف کرتے ہیں، اسی طرح امام زفرؒ یہاں تک کہ بعد کے دور حاضر تک کے علماء اختلاف کرتے رہتے ہیں؟

ج:- اس طرح کے اختلافات تمام فقہی مسالک میں رہے ہیں۔ فقہ حنفی میں خود امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں نے ان سے بہت سے مسائل میں اختلاف کیا ہے اور فقہ حنفی میں جہاں عام طور سے امام ابو حنیفہؒ کی رائے کو ترجیح دی گئی ہے بے شمار مسائل ہیں جن میں بعض حنفی فقہا نے

کہا کہ ان مسائل میں ہمارے نزدیک صاحبین یعنی امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کی رائے زیادہ قوی ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام محمدؒ کی رائے زیادہ معتبر ہے، کبھی کہتے ہیں امام زفر کی یا بعد کے فلاں امام کی رائے زیادہ باوزن اور قوی ہے۔

س:- آپ نے فرمایا کہ ان مسالک کو مسلمانوں کے ۹۰ فیصد طبقہ کا اعتماد حاصل رہا ہے تو اس اعتماد کی اسلام میں کیا حیثیت ہے؟ کیا اکثریتی رائے حق وناحق کا معیار ہوسکتی ہے؟

ج:- میں نے ابھی کہا ہے کہ مسلمانوں نے اعتماد اس معنی میں کیا ہے کہ ان ائمہ نے کتاب وسنت کو سمجھنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔ اختلاف صرف اس امر میں رہا ہے کہ کس مسئلہ میں کس کی رائے زیادہ صحیح یا قوی ہے؟ ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے زیادہ قوی ہے، دوسرے نا یہ رائے ہوسکتی ہے کہ اس میں امام شافعیؒ کے دلائل زیادہ مستحکم ہیں۔ اس طرح ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں امام مالکؒ زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں یا امام محمدؒ کی رائے صحیح ہے۔ ہمارے فقہی لٹریچر کا بڑا حصہ اسی کے اردگرد گھومتا ہے۔ فقہ حنفی کی کتابوں میں ان کے مسلک کی، اسی طرح دوسرے مسالک کا معاملہ ہے۔

س:- اس کی کیا وجہ ہے کہ اختلافی مسائل خاص طور پر نماز وغیرہ کے مسائل میں فقہ حنفی کی تائید عام طور سے متداول کتب حدیث یعنی صحاح ستہ کی احادیث سے نہیں ہوتی؟ اس سے خیال ہوتا ہے کہ دوسرے مسالک فقہ حدیث سے زیادہ قریب ہیں؟

ج:- بات یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ صحاح ستہ کے مؤلفین، جن میں سب سے اہم شخصیت امام بخاری کی ہے، ان کے بارے میں یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تمام مسائل مین فقہ حنفی سے مختلف ہیں۔ فقہ حنفی کے بیشتر احکام ومسائل کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے جو ان کتابوں میں موجود ہیں۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ صحاح ستہ کے وجود میں آنے سے پہلے بھی اسلامی معاشرہ موجود تھا اور بہت سے اسلامی احکام وتعلیمات پر ایک تسلسل کے ساتھ عمل ہورہا تھا۔ ان ہی میں نماز، روزہ،، زکوٰۃ، حج، جیسی عبادات شامل ہیں اور بعض معاملات وہ بھی ہیں جو کبھی کبھی پیش آتے ہیں۔ جن احکام پر تسلسل کے ساتھ عمل جاری تھا مختلف ائمہ کے نزدیک ان کی سندیں موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، آپ کا عمل اور صحابہ کرامؓ کا عمل تھا۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ہم نے ان ائمہ فقہ کے مسالک کی تائید کرنے والی احادیث تلاش کیں لیکن وہ نہیں ملیں یا کمزور ضعیف ثابت ہوئیں تو اس سے یہی کہا جاسکتا ہے کہ جن ائمہ کے نزدیک وہ ثابت شدہ ہیں ان کے مسلک کے قوی یا کمزور ہونے پر گفتگو ہوسکتی ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان ائمہ نے جو مسائل بیان کئے ہیں وہ بے دلیل ہیں۔ یہ سوال کہ یہ اختلافات کیسے پیدا ہوئے اور اس مسئلہ میں قرآن، حدیث کیا کہتے ہیں اور صحابہ کرامؓ کا کیا تعامل رہا ہے؟ لمبی بحث چاہتا ہے، تاہم میں ایک مثال پیش کرتا ہوں اس سے معاملہ کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

ہم سب جانتے ہیں کہ دین کی اصل بنیاد قرآن اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ہیں، اس سے کسی بھی شخص کو اختلاف نہیں ہے۔ قرآن تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔ جب کہ احادیث میں سے صرف بعض ہی کو تواتر کا مقام حاصل ہے۔ بہت سی اخبار احاد ہیں یعنی دو ایک افراد نے انہیں نقل کیا ہے۔ جو آیت بھی آپ کے اوپر نازل ہوتی تھی آپؐ اسے لکھوا دیتے تھے۔ لوگوں کو سنا دیتے تھے اور اس کو یاد کرا دیتے۔ صحابہ کرامؓ یاد کر لیتے تھے۔ قرآن ہر ایک کے پاس موجود تھا، سب اسے پڑھتے، اس کے احکام معلوم کئے جاتے اور اس کے الفاظ سے استنباط ہوتا۔ احادیث کا معاملہ ایسا نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمل کیا، اس کو کچھ صحابہؓ نے یا دو ایک نے دیکھا، سب نے نہیں دیکھا۔ اسے انہوں نے

> **عام لوگ سب باتوں کا خود نہ مطالعہ کر سکتے تھے اور نہ نئے مسائل میں اخذ واستنباط کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اس لئے اہل علم سے رجوع کرنے پر مجبور ہوتے اور علماء ان کی رہنمائی کرتے۔ یہ ہمیشہ ہوتا آیا ہے جو لوگ خود مسائل کے استخراج اور استنباط کی پوزیشن میں نہ ہوں ان کا اصحاب علم سے رہنمائی حاصل کرنا تقلید ہے۔**

بیان کیا۔ ایک واقعہ پیش آیا۔ اس وقت کچھ لوگ موجود تھے اور کچھ نہیں تھے۔ جو موجود تھے انہوں نے بیان کیا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی عمل مختلف اوقات میں مختلف طریقے سے ادا کیا۔ جس سے دونوں کی گنجائش نکلی۔ صحابہ کرامؓ سب کے سب ایک جگہ نہ تھے بلکہ بہت سے مقامات پر منتقل ہوگئے جہاں وہ گئے وہاں کے لوگوں کے لئے دینی احکام ومسائل کے سلسلہ میں مرجع تھے، کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین مدینہ میں رہے۔ کچھ مکہ میں رہے کچھ کوفہ، بصرہ اور شام چلے گئے۔ اس کے بہت سے اسباب تھے۔ کبھی تعلیم وتربیت کے لئے۔ کبھی جہاد اور دین کی سربلندی کے لئے، کبھی سیاسی ضروریات سے صحابہؓ کو ان مختلف مقامات پر منتقل ہونا پڑا۔ جو صحابہؓ جہاں تھے وہاں وہ مرجع تھے۔ اب ایک طرف تو وہ صحابہؓ ہیں جو مدینہ میں رہے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی استفادہ کیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بھی دور دیکھا، حضرت عمرؓ کا دور بھی دیکھا۔ حضرت عائشہؓ اور دیگر امہات المومنین سے بھی فیض اٹھایا حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا۔ وہ ایک بہت بڑا دینی مرکز بن گیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور بعض اور بڑے صحابہؓ وہاں جا کر رہنے لگے۔ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کا مدار بڑی حد تک ان صحابہ کی رایوں اور علم پر ہے۔ ان صحابہ میں یہاں صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ذکر کروں گا۔ عبداللہ بن مسعودؓ کا صحابہ کرامؓ کے درمیان بہت اونچا مقام ہے، لوگوں کو ان پر بھرپور اعتماد رہا ہے، ان کے خاص شاگرد حضرت علقمہ تھے۔ حضرت ابراہیم نخعی ان کے شاگرد تھے، انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے پیش رووں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے دیکھا، ان کی سنت فہمی اور بصیرت سے بھی استفادہ کیا۔ ان کے شاگرد حضرت حماد ہیں انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی سے اسی طرح کسب فیض کیا اور ان سے حضرت امام ابوحنیفہؒ نے استفادہ کیا۔ اس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود صحابیٔ رسول اور حضرت امام ابوحنیفہؒ یہ کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ بات میرے استاد حماد نے بیان کی اور ان سے ابراہیم نخعی نے اور ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعودؓ نے اس سند کو چیلنج کرنا آسان نہیں ہے، کم از کم امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کے پاس جو بات ان واسطوں سے پہنچی ہے وہ ان کے لئے حجت ہوجاتی ہے اور اس کے مقابلہ میں وہ کسی اور کی بات کو نہیں مانتے۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ آپ جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ ضعیف ہے۔ اس سے کہا جائے گا کہ ٹھیک ہے آپ تک یہ حدیث جن واسطوں سے پہنچی ہے وہ ضعیف اور کمزور ہیں لیکن آپ سے بہت پہلے امام ابوحنیفہ تک یہی حدیث جن واسطوں سے پہنچ چکی ہے وہ ان کے نزدیک ضعیف نہیں ہیں مضبوط ہیں۔ اس لئے یہ کم از کم ان کے لئے قابل حجت ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب کوئی بھی مسئلہ سامنے آئے گا اس کے بارے میں سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ قرآن کریم اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ پھر حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اس کے بعد خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ کا تعامل دیکھا جائے گا۔ اگر کوئی حدیث قرآن شریف کے ظاہر الفاظ کے خلاف جاتی ہے تو فقہاء احناف اسے تسلیم نہیں کرتے یا توجیہ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ سند کے صحیح ہونے کے باوجود اس کا بہرحال امکان ہے کہ کسی راوی سے راویوں سے اس کے سننے، سمجھنے، یاد رکھنے یا بیان کرنے میں کہیں کوئی چوک ہوئی ہو۔ ایسے مواقع پر امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ قرآن کے حکم کے خلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے اس کے خلاف کوئی روایت ملتی ہے تو ہم اسے قبول نہیں کریں گے یا توجیہ کریں گے۔ امام شافعیؒ اور ان کے ہم خیال فقہاء کی رائے یہ ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ حدیث صحیح اور معتبر ومستند واسطوں سے ہم

> **پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب کوئی بھی مسئلہ سامنے آئے گا اس کے بارے میں سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ قرآن کریم اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ پھر حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اس کے بعد خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ کا تعامل دیکھا جائے گا۔**

تک پہنچی ہے ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ قرآن کا منشا، یہی ہے اور اس کی یہی صحیح تعبیر ہے۔ یہاں ائمہ کے درمیان بنیادی فرق ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

س:- چند مثالیں بیان کر دیجئے؟

ج:- مثال کے طور پر امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے کیوں کہ قرآن کریم میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ ”جب قرآن پڑھا جائے تو تم خاموش رہو اور دھیان سے سنو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے“۔ یہ ایک نص صریح ہے۔ یہ آیت کس پس منظر میں نازل ہوئی؟ اس کا شان نزول کیا ہے؟ یہ بات دوسری ہے لیکن اس میں قرآن کی تلاوت کے وقت صاف طور سے خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے امام صاحب فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ امام کی فاتحہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔ لیکن محدثین کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہوسکتی ہے لیکن ہمارے مسلک کے لئے یہ حدیث اصل بنیاد نہیں ہے، ہمارے مسلک کی بنیاد تو قرآن ہے۔ البتہ اس حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

دوسری طرف امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ کا کہنا یہ ہے کہ ہم تک صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث پہنچی ہے کہ بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ اور کسی معاملہ میں صحیح حدیث موجود ہو تو اس کے خلاف جانا درست نہیں ہے۔ اگر قرآن کی آیت اس کے خلاف ہے تو اس کی ایسی توجیہ کی جاسکتی ہے کہ قرآن پر بھی عمل ہو جائے اور حدیث پر بھی۔ وہ کہ امام سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد تھوڑی دیر خاموش رہے۔ اس دوران مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لیں۔ لیکن امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ بات خود اپنے آپ میں غلط ہے کہ امام لوگوں کے خیال سے خاموش کھڑا رہے جب کہ نماز میں تسلسل ہونا چاہئے، زیادہ وقفہ نہیں ہونا چاہئے۔ نماز ایک مسلسل عمل ہے اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ مقتدیوں کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار کیا ہو۔ نماز کے بارے میں ہمیں جو کچھ بتایا گیا ہے وہ یہ کہ سب سے پہلے یہ عمل ہو، اس کے بعد یہ ہو، اس کے بعد یہ ہو، اس میں کہیں امام کے خاموش رہنے کا ذکر نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ حدیث میں یہ ذکر موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دو سکتے فرماتے تھے ایک

جب ہم متفق علیہ امور پر غیر مسلموں سے سمجھوتا کرسکتے ہیں تو خود آپس میں ایسا کیوں نہیں کرسکتے؟

تکبیر تحریمہ کے بعد اور دوسرا سورۃ فاتحہ کے بعد۔ امام ابوحنیفہؒ اسے تسلیم نہیں کرتے کہ کسی حدیث میں سکتہ کی تعداد اتنی بتائی گئی ہو کہ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ سکے۔

ادھر امام مالکؒ یہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے حکم کے مطابق جب امام قرآن پڑھ رہا ہو ہم خاموش رہیں گے، اس وقت کچھ نہیں پڑھیں گے لیکن جب امام سری نماز پڑھ رہا ہو تو قرأت کرسکتے ہیں۔ امام محمدؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے خاص شاگرد ہیں، کہتے ہیں کہ مجھے اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے مقابلہ میں امام مالکؒ کا مسلک قوی معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ اس میں قرآن اور حدیث دونوں کا عمل ہو رہا ہے۔ اس مثال سے بخوبی واضح ہو گیا ہے مسالک میں کس طرح اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس میں کہیں بھی کوئی بھی امام نہ قرآن چھوڑنے کے لئے تیار نہ حدیث کو۔ مسئلہ صرف اس کو سمجھنے اور ان کے درمیان مطابقت کا ہے۔ بہر حال سب اپنی اپنی جگہ مخلص ہیں۔ ایسے میں جس کو جو مسلک جو زیادہ بہتر معلوم ہو اس کو اپنانے کا اختیار ہے۔

س:- آپ نے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دیکھا اور خود بھی اس کے مطابق عمل کرنے لگے۔ پھر ان میں سے کوئی مصر چلا گیا، کوئی شام اور کوئی عراق چلا گیا تو اس سے ان کے آپس کے عمل میں اختلاف کیسے پیدا ہو گیا؟ کیا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں بھی کوئی اختلاف ہوتا تھا کہ کبھی ایک عمل کیا اور دوسرے وقت اس کے برخلاف کوئی دوسرا عمل کیا؟

ج:- ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں بہت سے معاملات میں لچک اور گنجائش ہوتی تھی، اس طرح جس صحابی نے جو عمل دیکھا اسے یاد رکھا اور آئندہ عمل کرتا رہا۔ دوسروں کو بھی یہی بتایا اور اس کی روایت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ اس طرح کے بہت سے معاملات میں ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کون سا عمل کیا اور بعد میں کون سا۔ جہاں یہ ثبوت مل جاتا ہے کہ پہلے فلاں حکم تھا بعد میں وہ منسوخ ہو گیا اور اس کی جگہ فلاں دوسرا حکم آگیا وہاں تو اختلاف پیدا نہیں ہوتا لیکن جہاں ایسا نہیں ہوتا وہاں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے ایک حکم کی تعمیل میں کبھی کوئی اور کبھی کوئی طریقہ اختیار کیا ہے تو اس سے ہمیں کسی الجھن میں پڑنے یا برسر پیکار ہونے کے بجائے یہ سمجھنا چاہئے کہ شریعت نے اس میں خود کافی لچک اور گنجائش رکھی ہے۔

س:- تقلید اور عدم تقلید کے مابین کیا کوئی ایسا بنیادی یا اصولی فرق ہے جس کا تعلق ایمان و عقیدہ سے ہو؟

ج:- جی نہیں! اس مسئلہ میں ایسا کوئی فرق نہیں جس کا تعلق ایمان یا عقیدہ سے ہو۔ سیدھی سی بات ہے کہ صحابہ کرامؓ براہ راست قرآنِ کریم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کر رہے تھے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا مشاہدہ کرتے تھے۔ آپؐ کے بیان کردہ احکام و مسائل سنتے تھے جو مسئلہ انہیں درپیش ہوتا اسے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے تھے آپ کے بعد اسلام کے دور دور تک اطراف عالم میں پھیل جانے کی وجہ سے آپ کی تعلیمات کے جاننے والے بھی پھیل گئے۔ نئے مسائل بھی پیدا ہو گئے۔ عام لوگ سب باتوں کا خود نہ مطالعہ کرسکتے تھے اور نہ نئے مسائل میں اخذ استنباط کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اس لئے اہل علم سے رجوع کرنے پر مجبور ہوئے اور علماء نے ان کی رہنمائی کی جو لوگ خود مسائل کے استخراج اور استنباط کی پوزیشن میں نہ ہوں ان کا اصحاب علم سے رہنمائی حاصل کرنا تقلید ہے۔ جو لوگ خود وسیع دینی علم اور بصیرت رکھتے ہوں قرآن وحدیث پر ان کی گہری نظر ہو انہیں حق ہے کہ وہ خود غور و فکر اور فیصلے کریں۔ لیکن جن لوگوں کے پاس اتنا علم نہیں ہے، دینی و علمی بصیرت نہیں ہے، ان کی گہری نظر نہیں ہے، جو لوگ ناخواندہ ہیں یا علمی ماحول سے دور رہتے ہیں ظاہر ہے ان کو اجتہاد کا کوئی حق حاصل نہیں ہوگا۔

س:- کہا جاتا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ کئی سو سال پہلے بند ہو چکا ہے۔ اب کوئی اجتہاد نہیں کرسکتا؟ اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

ج:- اجتہاد کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوا۔ جن لوگوں نے اس طرح کی بات کہی ہے اس کا ایک پس منظر ہے ایک دور تھا جب اس وقت تک درپیش مسائل پر بہت تفصیل کے ساتھ گفتگو ہو چکی تھی، فقہی مسائل پر مشتمل چھوٹی بڑی کتابیں بہت شرح وبسط کے ساتھ ترتیب دی جا چکی تھیں، اس زمانہ میں آج کسی سائنسی، معاشرتی، معاشی، اقتصادی اور صنعتی ترقی نہیں ہوئی تھی، مسائل محدود تھے۔ اس لئے اس وقت تک کے تمام مسائل مرتب شکل میں موجود تھے۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ کئی سو سال پہلے تک شاذ و نادر ہی کوئی نیا مسئلہ سامنے آیا ہو جس پر ابتدائی دور میں غور نہ ہوا ہو اور قدیم علماء نے اس پر بحث نہ کی ہو۔ یہاں تک کہ اب سے تین سو سال پہلے جب اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں علماء نے علمی مجالس منعقد کرکے اور بحث مباحثہ کے بعد فتاویٰ عالمگیری جیسی کتاب ترتیب دی تو اس میں بھی ایسے بہت زیادہ مسائل نہیں ملیں گے جو پہلے سے کتابوں میں موجود نہ ہوں، ان حالات میں یہ بات کہی گئی کہ اب اجتہاد کی عملاً کوئی ضرورت ہی نہیں رہی کیوں کہ جو مسائل اجتہاد طلب تھے وہ سب حل کئے جا چکے ہیں۔ ایک اور بات بھی تھی وہ یہ کہ اگر لوگوں کو اجتہاد کی کھلی چھوٹ دے دی جائے تو کم علم، کم بصیرت لوگ اسلامی احکام کے ساتھ کھلواڑ کرنے لگیں گے جیسا کہ آج دیکھنے میں آرہا ہے کہ بعض دوسرے میدانوں کے ماہرین اور دانشور اسلام کے احکام اور مسائل کے اوپر اپنی مرضی ٹھونکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جن کی قرآن وسنت پر کوئی نظر نہیں ہے وہ فیصلے اور احکام جاری کرتے ہیں۔ جہاں تک نئے مسائل کا تعلق ہے جو عصر حاضر کی ترقی کے باعث پیدا ہوئے ہیں اور توجہ طلب ہیں ان پر برابر آج بھی علماء غور وفکر کرتے اور اپنی دینی علم کی روشنی میں ان کا حل تلاش کرتے ہیں۔ یہ کوشش لازماً ہونی چاہئے اور الحمد للہ ایسی کوششیں ہو رہی ہیں۔

س:- کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تمام مسالک ختم ہو جائیں اور صرف ایک ہی مسلک اتفاق رائے سے ترتیب دے دیا جائے؟

ج:- یہ ناممکن ہے۔ آپ ساری باتیں سن چکے ہیں کہ اسلام کی تعلیمات میں لچک ہے۔ فقہی اختلاف کی حقیقی بنیادیں موجود ہیں۔ قرآن اور احادیث کے احکام پر عمل درآمد کے سلسلہ میں اہل عقل ودانش کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اور آئندہ بھی اختلاف رہے گا۔ ایسے میں تمام مسالک کو ختم کرکے ایک ہی مسلک تشکیل دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ غور و فکر کی آزادی پر پابندی لگ جائے۔ اجتہاد کے دروازے بند ہو جائیں، غور و خوض کے سوتے خشک ہو جائیں۔ اس کے علاوہ اس کا مطلب یہ بھی ہوگا کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات میں قرآن وحدیث کی تعلیمات میں جو لچک پائی جاتی ہے اس کو ختم کر دیا جائے اور دین اسلام جو آسان دین ہے اس کو مشکل ودشوار بنا دیا جائے۔

س:- کتاب وسنت وہ کون سی بنیادیں فراہم کرتی ہیں جن پر مختلف مسالک کے لوگ

اپنے اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے اتحاد و اتفاق کے ساتھ چل سکتے ہیں؟

ج:۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ آپ اہل کتاب سے کہہ دیجئے کہ "آؤ ہم سب مل کر ان باتوں پر متحد ہو جائیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہیں" جب یہ بات یہود و نصاریٰ سے کہی جا سکتی ہے تو خود مسلمانوں پر کیوں کر لاگو نہیں ہو سکتی؟ جب ہم متفق علیہ امور پر غیر مسلموں سے سمجھوتا کر سکتے ہیں تو خود آپس میں ایسا کیوں نہیں کر سکتے؟ علامہ اقبال نے کہا تھا۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

نماز پڑھنے سے تو کسی کو اختلاف نہیں، اس کے طریقہ میں کچھ باتوں پر اختلاف ہے، روزہ رکھنے میں تو کسی کو اختلاف نہیں، اس سے متعلق شاید دو ایک مسائل میں اختلاف ہوگا، حج کرنے سے تو کسی کو اختلاف نہیں، اس سے متعلق بعض ضمنی و فروعی باتوں میں اختلاف ہے۔ کلیات اور اصول وہی ہیں کوئی اختلاف نہیں، اصولی باتوں میں کوئی اختلاف نہیں، فروعی و ضمنی باتوں اور جزئیات میں اختلاف ہے۔ اس لئے باہم برسر پیکار اور برسر۔ اع ہونا تو کوئی دانائی کی بات نہیں ہے۔ اتحاد اتفاق پیدا کرنے والی جوڑنے والی باتوں پر زور دینا چاہئے۔ نزاع، اختلاف و انتشار والی باتوں کو نظر انداز کرنا چاہئے خود بخود اتحاد و اتفاق پیدا ہو جائے گا۔

س:۔ آپ سے آخری سوال ہے کہ آپ جماعت اسلامی ہند کے نائب امیر ہیں، اس سلسلہ میں وضاحت فرمائیں کہ مسالک کے بارے میں جماعت کا اپنا موقف کیا ہے؟

ج:۔ جماعت فقہی مسائل سے تعرض نہیں کرتی، اس کا مقصد اقامتِ دین ہے۔ دین کی دعوت کیسے پھیلے؟ یہ کیسے عام ہو اور اس پر کیسے عمل ہو، اقامتِ دین کی راہیں کیسے کھلیں اور عملاً دین کیسے قائم ہو۔ یہ ہے جماعت کی کوششوں کا ہدف۔ یہی اس کا مقصد ہے۔ انہیں باتوں پر وہ توجہ اور زور دیتی ہے۔ امت میں اختلاف اور انتشار ہر پہلو سے بچتی ہے یہی وجہ ہے کہ جماعت میں آپ ہر فقہی مسلک اور مکتب فکر کے لوگوں کو شامل پائیں گے ہمارے بہت سے رفقاء اہل حدیث ہیں خود مرکز جماعت کے ذمہ داروں میں ہر مسلک کے لوگ شامل ہیں۔ مرکز کی مسجد میں آپ دیکھتے ہیں کہ یہاں نماز پڑھنے والوں میں رفع یدین کرنے والے بھی پائے جاتے ہیں۔ زیر ناف ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والے بھی۔ یہاں تک کہ اس مسجد میں فرض نماز اور جمعہ کی نماز کبھی حنفی مسلک کا عالم پڑھاتا ہے تو کبھی اہلِ حدیث بھی پڑھا دیتا ہے اور کبھی شافعی مسلک کا آدمی بھی، جماعت سب کے لئے اپنے اپنے مسلک پر عمل پیرا رہتے ہوئے اور اختلاف سے بچتے ہوئے اقامتِ دین کا پلیٹ فارم مہیا کرتی ہے۔ ☆☆

(بشکریہ سہ روزہ دعوت دہلی ۱۶ جنوری ۲۰۰۱ء)

ادب رحمت

مرا ہر ہر قدم یارب سراپا شوق بن جائے

امۃ اللہ تسنیمؔ

بنا کر اپنا مرکز دل کو تو ایسا سما جائے
کہ تجھ کو پا کر یہ بے چین دل تسکین پا جائے

بسا ہو تو نہ جس کے دل میں دل بیکار ہے بالکل
نہ ہو گر باغ میں گل تو وہ گلشن خار ہے بالکل

بہت بے لطف اور بے کیف گزری زندگی اتنی
کٹے اب تیری طاعت میں ہے باقی زندگی جتنی

اطاعت ہو شعار اپنا عبادت ذوق بن جائے
مرا ہر ہر قدم یارب سراپا شوق بن جائے

جیوں تیری طلب میں اور مروں تیری محبت میں
یہ پوری زندگی گزرے الٰہی تیری مدحت میں

مجھے اتنی محبت دے بنوں تصویرِ الفت کی
سراپا شوق بن کر توڑ دوں زنجیر فرقت کی

یہ روح کنجِ قفس میں پھڑ پھڑائے اور مچل جائے
تجھی کو یاد کرتے کرتے میرا دم نکل جائے

مرے رب مہرباں ہو جا تجھے صدقہ کریمی کا
کلفت پیش خیمہ ہو تری ذرہ نوازی کا

ہوئے ہوں عمر میں جتنے گناہ سب معاف کر دے تو
الٰہی ہر برائی سے مرا دل صاف کر دے تو

گناہ آلودہ دل کو پاک کر دے آبِ رحمت سے
مجھے خلعت ملے بخشش کا تیری بابِ رحمت سے

تری شفقت تو مادر اور پدر سے ہے کہیں زائد
نہ ہو میری پکڑ بالکل نہ ہو کوئی سزا عائد

بچا کر مکرِ شیطاں سے مجھے اپنا ہی راغب کر
ہٹا کر دارِ فانی سے مرا دل اپنی جانب کر

رہے تسنیمؔ ہر لحظہ ترے ہی ذکر میں شاغل
تری بندہ نوازی سے یہ درجہ اس کو ہو حاصل

محمد طارق ندوی

سوال و جواب

س:۔ زید نے کپڑے کی دکان کی ہے اور کپڑہ قرض سے بھی لاتا ہے اور کپڑے بیچ کر تھوڑا تھوڑا ادا کرتا ہے تو ایسے مال تجارت میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

ج:۔ اگر اس کے پاس کپڑا یا روپیہ بقدر نصاب قرض سے زائد ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس کی زکوٰۃ واجب ہے۔

س:۔ زید بزنس (تجارت) میں تقریباً ایک لاکھ کا قرض دار ہو گیا ہے اور اس کی ساری پونجی ختم ہو گئی ہے لہٰذا حامد زکوٰۃ سے اس کی مدد کرنا چاہتا ہے تو کیا اس کی مدد کر سکتا ہے؟

ج:۔ ہاں مذکورہ صورت میں مدد کر سکتا ہے شرعاً درست ہے،

س:۔ قرآن مجید سے کسی مجرم کا نام نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

ج ناجائز ہے ایسے امور سے اجتناب کرنا چاہیے۔

س:۔ داڑھی کا مذاق اڑانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

ج:۔ داڑھی کا مذاق اڑانا سخت گناہ کا باعث ہے اور خطرناک امر ہے، نبی کریمؐ اور دیگر تمام انبیاء کرام کی سنت ہے ایسے شخص پر کفر کا اندیشہ ہے، توبہ و استغفار کرنا کرنا چاہیے۔

س:۔ صاحبِ نصاب شخص نے ایک غریب آدمی کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی جس کی اصل قیمت سو روپے ہے لیکن غربت کی وجہ سے چھوٹ مانگی۔ اس شخص نے دس روپے قیمت کم کر دی کیا اب وہ صاحب نصاب اس چھوڑی ہوئی رقم کو زکوٰۃ میں شمار کر سکتا ہے؟

ج:۔ نہیں! اس طرح زکوٰۃ میں شمار کرنا جائز نہیں ہے۔

س:۔ اذان ثانی اور خطبہ کے دوران سنت پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے چار رکعت سنت کی نیت باندھ لی پھر اذان ثانی شروع ہوئی تو سنت کو پوری کرلے؟

ج:۔ اذان ثانی اور خطبہ کے دوران سنت پڑھنا درست نہیں ہے، اگر کسی نے چار رکعت سنت کی نیت باندھ لی پھر اذان ثانی شروع ہوئی تو سنت کی تکمیل کرلے۔

س:۔ کیا میت کو زمین کھود کر دفن کرنا ضروری ہے؟

ج:۔ اس پر اجماع ہے کہ اگر میت کو دفن کرنا ممکن ہو تو دفن کرنا فرض ہے اگر زمین پر رکھ کر اوپر قبر کی شکل بنا دی جائے تو کافی نہیں ہے اور فرض ادا نہیں ہوگا۔

سوانح مفکر اسلام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نور اللہ مرقدہٗ

جس میں حضرت مولانا کے حالات و کمالات، امتیازات و خصوصیات افکار و نظریات اور اصلاحی و تجدیدی خدمات پر متوازی اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے، حضرت کی خود نوشت سوانح حیات "کاروانِ زندگی" (۱۔۷) کی بھرپور تلخیص کے ساتھ حضرت کے خاندان اور اجداد کا تذکرہ، مشاہیر امت کی طرف سے حضرت کے کارناموں پر خراج تحسین حقائق و واقعات کی روشنی میں حضرتؒ کے بلند اخلاق کا ذکر اور حضرتؒ کے دینی و دعوتی اسفار کی مکمل روداد۔ حضرتؒ ہی کے خانوادہ کے ایک فرد سید بلال عبدالحی حسنی ندوی؛ کے قلم سے، محاسن طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آگئی ہے

صفحات : ۵۶۰ قیمت : ۱۳۰ روپئے

ملنے کے پتے:۔ سید احمد شہید اکیڈمی دار عرفات تکیہ کلاں رائے بریلی
• مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ
• مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ • مکتبہ حرمین۔ مرکز والی مسجد، کچہری روڈ امین آباد لکھنؤ

محمود حسن حسنی ندوی

> قرآن و حدیث کے مسابقہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طلباء پورے ہندوستان کے مدارس میں اول آئے جس میں نیپال کے مدارس کے طلباء بھی شریک تھے

کل ہند مسابقۂ حدیث میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طالب علم سلمان نسیم کو پہلا انعام

ولید بن عبدالکریم الخمیس المستشار الثقافی لسفارۃ خادم الحرمین الشریفین میں سعودی سفارتخانہ کے زیر اہتمام دہلی میں مسابقۂ قرآن و حدیث منعقد ہوا جس میں ہندوستان کے مختلف مدارس، دارالعلوم جامعات کے طلبہ شریک ہوئے۔ وزارت سعودان اسلامیہ واوقاف دعوت وارشاد کی جانب سے اہل ہندوستان و نیپال کے لئے یہ اول مسابقۂ قرآن کریم وحدیث شریف ۸ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ تا ۱۰ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ کو ہوا۔ مسابقۂ قرآن میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ۱۵۰ تھی۔ جبکہ مسابقۂ حدیث میں ۱۳۵ طلباء نے شرکت کی، مسابقہ کے ذمہ داروں نے مسابقۂ قرآن کے لئے پانچ (۵) اور مسابقۂ حدیث کے لئے پانچ (۵) انعام مقرر کئے تھے۔ مسابقۂ حدیث شریف میں جس میں صرف احادیث مبارکہ سنانا نہیں تھا بلکہ ان کا صحیح مفہوم اور تشریح بیان کرنی تھی۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ہونہار طالب علم سلمان نسیم متعلم درجۂ فضیلت دوم کو اولیت حاصل رہی اور وہ پہلا مقام پاکر دس ہزار کی رقم کے مستحق قرار پائے۔

جبکہ مسابقۂ قرآن میں بھی اول انعام ندوۃ العلماء کے طالب علم محمد شاہد فیض آبادی کو اور ندوہ کے ہی دوسرے طالب علم محمد علی کو سوم انعام ملا۔ دوم اور چہارم انعامات جامعۃ القرآن الکریم بجنور کے طالب علم محمد زید اور محمد ذاکر کو ملے۔

مسابقۂ حدیث میں کامیاب ہونے والے طلباء کو تو نقد انعامات دیئے گئے لیکن مسابقۂ قرآن کریم میں صرف پانچواں انعام نقد دیا گیا اور اس میں کامیاب ہونے والے اول چار طلباء کو رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے مسابقۂ عالمی میں شرکت کے لئے منتخب کیا گیا۔ مسابقۂ قرآن کریم میں سب سے کم عمر کے دو لڑکے تھے جن کی عمر ۹-۱۰ کے لگ بھگ تھیں جنھیں المستشار الثقافی ولید بن عبدالکریم الخمیس نے تشجیعی انعام دیا جن میں ایک فضل الرحیم افتخار (رائے بریلی) تھے جو کہ ندوہ کی ہی ایک شاخ کے طالب علم ہیں۔

تقریب تقسیم انعامات جامعہ ہمدرد کے کنونشن ہال میں ہوئی جس میں مہمان خصوصی جناب سید حامد صاحب سکریٹری ہمدرد ایجوکیشنل سوسائٹی دہلی تھے، مسابقہ کا انتظام و انصرام مولانا عبدالرشید صاحب بستوی ناظم مدرسہ ریاض العلوم جامع مسجد دہلی کو سونپا گیا، تمام مدعوئین کو سفارت کے خرچ پر ہوٹل میں ٹھہرایا گیا۔ اور ان کی ضیافت کی گئی۔

پورے مسابقہ کی نظامت کے فرائض ڈاکٹر محمد انس رشید ندوی (الہ آباد) نے بڑے حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیئے جن پر مستشار الثقافی کو خصوصی اعتماد ہے، موصوف سکریٹری جمعیۃ خریج الجامعات السعودیۃ فی الہند والنیبال بھی ہیں، اس موقع پر مولانا محبوب الرحمن صاحب ازہری اور مولانا ابو سحبان روح روح القدس ندوی خصوصی طور پر مدعو کئے گئے تھے۔ ڈاکٹر انس ندوی مولانا ابو سحبان صاحب مولانا عبدالسلام، اور مولانا افتخار عثمان ندوی اور بعض دیگر فضلاء کو اس پروگرام میں ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے توصیفی سندیں بھی دی گئیں۔

معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا عبداللہ عباس ندوی کو مولانا ابوالحسن علی ندوی تعلیمی ایوارڈ

۶ اگست ۲۰۰۱ء کو لکھنؤ کے سنی انٹر کالج کے سیدنا صدیق اکبر ہال میں منعقد ایک تقریب میں جس میں شہر لکھنؤ کے معززین اور اعیان نے شرکت کی معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تعلیمی ایوارڈ سے نوازا گیا ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے ان کو شیلڈ پیش کی۔ اور ان کی تعلیمی خدمات کو سراہتے ہوئے کئی اعتبار سے اس ایوارڈ کا انھیں سب سے زیادہ مستحق قرار دیا، مولانا عبداللہ عباس ندوی نے ایوارڈ کو وصول کرتے ہوئے جہاں اس تقریب کے منعقد کرنے والوں کا شکریہ ادا کیا۔ وہیں اس ایوارڈ کے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہونے کو ایوارڈ قبول کرنے کا بنیادی سبب بتایا۔

اس موقع پر "سوانح مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" مولفہ مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی" کا رسم اجرا بھی ہوا جو مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ کے ایماء پر مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کے ذریعہ انجام پایا،

جلسہ کی صدارت رفیع احمد صدیقی نے کی جو کہ سلم ایسوسی ایشن کے صدر ہیں جن کے زیر اہتمام یہ تقریب ایوارڈ منعقد ہوئی اس موقع پر مولانا عبدالعلیم فاروقی صاحب، قاری مشتاق احمد صاحب، اردو اکاڈمی اتر پردیش کے چیرمین شاہد اللہ صاحب، مرحوم حیات اللہ انصاری صاحب کے بیٹے سدرت اللہ انصاری صاحب موجود تھے، جلسہ کی نظامت محمد احمد ادیب صاحب نے کی اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

ندوۃ العلماء میں دارالامور ٹیپو سلطان شہید بنگلور کا چار روزہ مذاکرہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں دارالامور ٹیپو سلطان شہید اسٹڈی اینڈ ریسرچ سینٹر بنگلور کے تحت ۵ تا ۸ جولائی ۲۰۰۱ء کو "اسلامی مطالعات اور علماء کرام کی قیادت" کے موضوع پر علماء اور دانشوروں کے درمیان مذاکرہ ہوا جس میں مقررین نے کہا کہ یہ جدید دور مقابلوں کا دور ہے۔ اور مقابلہ میں جمے رہنے کے لئے کمپیوٹر کا استعمال ضروری ہے اس موقع پر طلباء کو کمپیوٹر فلاپی سے قرآن کریم کی آیت، قرآن میں لفظ اللہ کا استعمال اور دوسری اہم معلومات (پردے پر) دکھائی گئیں،

اس سلسلہ میں جناب ضیاء اللہ شریف (بنگلور) نے ایک بڑی عمارت تعمیر کرکے بنگلور میں دارالامور کے لئے وقف کردی ہے، جہاں گریجویٹ طلباء کو اسلامی تعلیمات اور مدارس اسلامیہ کے طلباء کو سائنسی علوم سے روشناس کرایا جائے گا۔

اس موقع پر ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنی تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ مغربی تہذیب کی طرح طرح کی جو پرچھائیاں رہ گئی ہیں انھیں تعلیمی اداروں کے ذریعہ دور کیا جائے انھوں نے اس بات کو واضح کیا کہ دینی تعلیم کو اس کے اصل حیثیت میں برقرار رکھتے ہوئے دعوت و تبلیغ کیلئے ہمیں جدید ٹکنالوجی اور وسائل سے فائدہ اٹھانا چاہیئے، مولانا نے دارالامور بنگلور کے اس اقدام کو سراہا کہ اس نے دینی مدارس اور عصری تعلیم گاہوں کے طلباء کی طرف توجہ دیکر انھیں جدید عہد کے تقاضوں کے مطابق دعوتی و فکری کاموں کے لئے تیار کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا سید الرحمن اعظمی ندوی نے اپنی تقریر میں کہا کہ آج کے عہد میں دعوتی کاموں کے لئے ہمیں اپنے طلباء کو جدید اصولوں اور ٹکنالوجی سے آراستہ کرانا ہوگا تاکہ وہ دنیا کے ہر گوشہ میں اسلام کا پیغام لے کر جاسکیں، اور اس کے لئے ضروری ہے کہ جامعیت کے اصولوں پر کاربند ہوا جائے۔

مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے اپنی تقریر میں علم کی حقیقت پر روشنی ڈالی اور طلباء کو علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ جدید علوم سے آراستہ ہونے پر زور دیا۔

اس مذاکرہ میں مولانا عبدالکریم پاریکھ پروفیسر انیس چشتی، مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری، ڈاکٹر شبیر احمد ندوی، ضیاء اللہ شریف، ڈاکٹر بی علی شیخ اے آر قمرالدین، ایم اے عطاء اللہ وغیرہ نے بھی خطاب کیا،

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب مدظلہ کی دارالعلوم میں آمد

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ کا ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۵ جولائی ۲۰۰۱ء کو لکھنؤ سے ممبئی کا سفر درپیش تھا ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں کی خواہش پر آپ دارالعلوم تشریف لائے اور چند گھنٹے قیام فرمایا۔ عصر بعد دارالعلوم کی عالی شان مسجد میں خطاب فرمایا جس میں انھوں نے اللہ کے لئے ایک دوسرے سے تعلق اور محبت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ دینی دوست اور للہی بھائی بنانے کی دین میں بڑی اہمیت ہے۔ انھوں نے کہا کہ اللہ کے لئے تعلق و محبت قائم کرکے اسے کبھی باقی رکھا جائے اس لئے کہ یہ ایسا بڑی فضیلت والا کام ہے جس کے نتیجہ میں ایسا کرنے والا عرش الٰہی کے سایہ میں اس وقت رکھا جائے گا

جبکہ اس سایہ کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا اور فرمایا کہ جن سات قسم کے لوگوں سے اس سایہ کا وعدہ روز قیامت کو کیا گیا ہے ان میں ایک امام عادل بھی ہے لیکن امام ہر ایک نہیں ہوسکتا اور پھر یہ کہ امام کے ساتھ عادل بھی ہونا ضروری ہے لیکن ان سب میں اللہ کے لئے ایک دوسرے سے تعلق و محبت ایسی چیز ہے جو کہ ہر ایک کے بس میں ہے۔

طلباء کو حفظ قرآن کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ اس عظیم نعمت کو حاصل کرنے کی سبھی کو طلب ہونی چاہیئے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، ایک ایک آیت کے یاد کرنے کا معمول بنالیا جائے۔ اور اس کے سُنانے کا بھی اہتمام کیا جائے ایک وقت آئے گا کہ پورا قرآن کریم یاد ہوچکا ہوگا۔ اور فرمایا کہ اس میں اس کا بھی خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ جن سورتوں کی اپنی مستقل فضیلت آئی ہے ان کے یاد کرنے کا پہلے اہتمام کیا جائے جیسے سورۂ "یٰسین" ہے، سورۂ واقعہ ہے، سورۂ "ملک" ہے۔

تلاوت قرآن کریم کے اہتمام پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کی تلاوت بھی سنت کے مطابق کرنی چاہیئے۔ اور اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ جاننا چاہیئے، اذکار و اوراد کے سلسلہ میں بھی آپ نے توجہ مبذول کرائی اور فرمایا، یہ امور سنت کے مطابق انجام دیئے جانے پر دوہرے اجر کا باعث بنیں گے۔ اس لئے کہ ذکر و تلاوت کا اپنا مستقل ثواب ہے اور سنت کے مطابق کئے جانے پر اس کا الگ ثواب حاصل ہوگا، اس ضمن میں مولانا مدظلہٗ العالی اذان و اقامت کی تصحیح پر بھی زور دیا۔ اور اس سلسلہ میں لوگوں کی غفلت دور کرنے کو کہا۔

حضرت مولانا مدظلہ نے اپنے مختصر سے خطاب میں جو آدھ گھنٹہ سے زائد چلا مستند دینی کتابوں کے مطالعہ، تلاوت تسبیحات اور دعاؤں کے اہتمام کی طرف بھی توجہ دلائی اور آخر میں پُراثر دُعا فرمائی جس میں خصوصیت سے دارالعلوم ندوۃ العلماء اور سبھی مراکز دینیہ اور مدارس اسلامیہ کی حفاظت و ترقی، اور طلباء کے علم دین سے صحیح انتفاع اور عالم نافع بننے کی دُعا تھی۔

مفسر قرآن مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کی اہلیہ کا حادثۂ وفات

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے شیدائی اور مرید خاص، ندوۃ العلماء کے رکن انتظامی اہل ندوہ کے محبوب معتقد مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کی اہلیہ صاحبہ ۱۰؍اگست ۲۰۰۱ء کو رات بارہ بجے انتقال فرماگئیں، مرحومہ اپنی دیگر خصوصیات و صفات کے ساتھ بڑی کشادہ دست، علماء اور اہل دین کی بڑی قدرداں تھیں وہ ایک مرتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء بھی تشریف لائی تھیں، اساتذہ کے گھروں میں بھی جاکر خواتین سے ملیں اور اس تواضع و عقیدت کے ساتھ ملیں کہ ان کی کسی ادا سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ ایک بہت بڑے تاجر اور مفسر قرآن کی رفیق حیات ہیں۔ ایک عشرہ سے زیادہ شدید علالت میں وقت گذار کر اپنے مالک حقیقی سے جاملیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، خود مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب جس ضعف و بیماری کے حال میں ہیں ان کو صبر اور ہمت و حوصلہ دے کہ ان کے ذریعہ خدمت دین و دعوت کا کام جاری رہے۔

ادارہ تعمیر حیات مرحومہ کے جملہ پسماندگان سے تعزیت کرتا ہے، اور قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہے۔

نعت شریف

● رئیس احمد نعمانی

رو برو آپ کے عیاں حالِ تمنا ہوتا
کاش چودہ سو برس پہلے میں پیدا ہوتا
کاش اس طرح سے ہوتا سفرِ زیست تمام
شام کعبے میں، مدینے میں سویرا ہوتا
خوش نصیبی کہ ملی آپ کی محبت سے ضیاء
ورنہ قسمت میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا
آپ آتے نہ اگر رحمتِ عالم بن کر
کون کہہ سکتا ہے احوالِ جہاں کیا ہوتا
کاش یوں عمر گزرتی مری طیبہ میں رئیس
روز و شب پیشِ نظر روضۂ آقا ہوتا

منتصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● سعودی عرب کے نائب وزیر اعظم دوم اور وزیر دفاع شہزادہ سلطان بن عبدالعزیز نے کہا ہے کہ اگر مغربی ممالک فلسطینیوں پر صہیونی مظالم روکنے میں ناکام رہیں تو اسرائیل میں کام کرنے والی مغربی کمپنیوں کا عرب ممالک بائیکاٹ کریں انگریزی اخبار "عرب نیوز" کے مطابق انھوں نے کہا کہ ہم عربوں کو اپنے فلسطینی بھائیوں کی اخلاقی اور سیاسی حمایت کرنی چاہیئے اور اسرائیل کے ساتھ کام کرنے والی کمپنیوں کے خلاف مشترکہ موقف اختیار کرنا چاہیئے اگر امن کا حالیہ عمل ناکام رہا تو سعودی عرب ایسی کمپنیوں کے ساتھ کبھی کام نہیں کرے گا انھوں نے کہا کہ مذاکرات کی میز پر آجانا بہت بہتر ہوگا قبل اس کے کہ ہم اسرائیل کے خلاف جنگ میں فلسطینیوں کی حمایت کا اعلان کریں۔ انھوں نے تنبیہ کیا کہ اگر ایک بار جنگ چھڑ گئی تو اسے کوئی نہیں روک سکے گا انھوں نے کہا کہ ولی عہد شہزادہ عبداللہ نے دورۂ امریکا کی دعوت مسترد کرکے سعودی موقف کو بالکل واضح کردیا ہے۔

● لکھنؤ سے شائع ہونے والا ہندی روزنامہ راشٹریہ سہارا کے مطابق گذشتہ دس سال سے یعنی ۱۹۹۱ء سے ۲۰۰۰ء تک یوپی اسمبلی کا اجلاس صرف ۱۹۱ دن ہی چلا۔ جس میں ۱۲۵ دن ہنگامے کی نذر ہوگیا اور کام صرف ۶۶ دن ہی ہوسکا۔ اس طرح ایک سال میں صرف ۶½ دن اسمبلی نے کام کیا۔ اور خرچ ۸۴ ارب روپیہ ہوا۔

مزید تفصیل کے مطابق ۱۹۸۷ء میں اسمبلی کے کل ۳۲ اجلاس ہوئے اور ۱۹۸۸ء میں ۴۳، ۱۹۸۹ء میں ۴۰، ۱۹۹۰ء میں ۳۵، ۱۹۹۱ء میں ۲۳ ہوئے جبکہ ۱۹۹۲ء میں صدر راج رہا اور ۱۹۹۳ء میں کل چھ دن ہی اجلاس ہوسکا۔ ۱۹۹۴ء میں ۳۷ دن، ۱۹۹۵ء میں صرف ۷ دن، ۱۹۹۶ء میں صدر راج رہا، ۱۹۹۷ء میں ۲۵ دن، ۱۹۹۸ء میں ۳۵ دن، ۱۹۹۹ء میں ۳۶ دن اور گذشتہ سال ۲۰۰۰ء میں کل ۲۲ دن ہی اسمبلی نے کام کیا۔ اس طرح گذشتہ ۱۴ سالوں میں اسمبلی نے کل ۳۱۴ دن کام کیا جس میں اسمبلی کے ہنگاموں کی نذر ۲۶۷ دن اگر کم کردیئے جائیں تو اس ۱۴ سالوں میں صرف ۴۷ دن کام میں گذرے اور اسمبلی میں ہنگاموں کے دوران ۱۸ ممبران اسمبلی سنگین طور پر زخمی ہوئے، یہ ہماری ایک اسمبلی کی تصویر ہے۔

● اٹلی کی مسلم آبادی ملک کی مجموعی آبادی کے ایک فیصد سے بھی کم ہے تاہم کیتھولک عیسائی کی اکثریت ان کی روزافزوں آبادی کے بارے میں تشویش کا شکار رہی۔

ایک اخباری اطلاع کے مطابق دس لاکھ مسلم آبادی کے ساتھ اسلام اٹلی کا دوسرا سب سے بڑا مذہب بنتا جارہا ہے ساتھ ہی ساتھ نئی مسجدوں اور اسلامی سینٹر کی تعمیر بھی جاری ہے انتخابات میں مسلمانوں کے لئے امید افزا نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔ اس لئے میڈیا اپنی شرانگیزی پر اتر آئی ہے اور ...... کیتھولک عیسائیوں کے عوام و خواص کو مسلمانوں سے بدظن کررہی ہے، لیکن مسلمانوں نے مثبت انداز میں اس کا جواب دیا ہے اور اٹلی کے چند علاقوں میں مسلم کارکنوں کے صنعتی ادارے قائم ہیں جو اچھا رول ادا کررہے ہیں، ایک صنعت کار نے تو اپنے اسٹور روم کو مسلم کارکنوں کے نماز کے لئے جگہ دی ہے اور کمپنی کی کینٹین میں مسلم ملازمین کے لئے حلال اشیاء کا نظم کیا ہے۔ واضح رہے کہ ۱۹۷۰ء کے آخر میں مسلم تارکین وطن نے معاشی اسباب کی بنا پر اٹلی کا رخ کیا آج اس کی مجموعی آبادی اٹلی کی ترقی و پیش رفت میں اہم کردار ادا کررہی ہے۔

اُٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

کتب برائے تبصرہ

تبصرہ کے لئے براہ کرم کتاب کے دو نسخے ارسال کریں صرف ایک کتاب بھیجنے کی صورت میں تبصرہ شائع نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کتاب واپس کرنے کی ذمہ داری ادارہ پر ہوگی (ادارہ)

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

نام کتابچہ :۔ دعوت اسلام کا طریقہ اور داعی کے اوصاف واخلاق

مؤلف :۔ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ

صفحات: ۴۰ سائز $\frac{20\times30}{8}$ خوبصورت ٹائٹل

قیمت : دس روپئے

ملنے کا پتہ :۔ محمد وسیم صدیقی ندوی مدرسہ مظہر الاسلام بلوچپورہ لکھنؤ۔

فریضۂ دعوت کی اہمیت وضرورت، طریقۂ کار، اور داعی کو کن اوصاف واخلاق سے متصف ہونا چاہئے، بڑی وضاحت کے ساتھ اس کتابچہ میں بتایا گیا ہے

دعوت الی اللہ کا حکم اور اس کی فضیلت، دعوت کی اہمیت وافادیت، دعوت دینے کا طریقہ، دعوت کا اصل مقصد کتابچہ کے جلی عنوانات ہیں جن سے کتابچہ کی اہمیت وافادیت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے،

کتابچہ پر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (ناظم ندوۃ العلماء) کا گرانقدر مقدمہ ہے امید ہے کہ اس کتابچہ کا نفع عام ہوگا۔ اور اصلاح ودعوت کے کام کرنے کا جذبہ رکھنے والوں کی رہنمائی بھی ہوگی۔

نام کتابچہ : گھومتی پھرتی کائنات

مصنف : مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب

• محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

صفحات: ۴۰ سائز $\frac{20\times30}{8}$ خوبصورت سرورق، قیمت ۱۰/- دس روپئے۔

ملنے کا پتہ :۔ فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ ۴۲۲ مٹیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

یہ حقیقت ہے کہ کائنات کی ساری چیزوں (چاند، سورج، ستارے، آسمان زمین اور دن ورات) کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور قدرت سے پیدا کیا ہے، اور ایک نظام کے تحت یہ ساری چیزیں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر رہی ہیں، ان چیزوں کے بارے میں قرآن مجید ہمیں کیا معلومات فراہم کرتا ہے؟ دنیا کے لوگوں نے انھیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا؟ ان کے کیا کیا خیالات ہیں؟ اور ان کا خاتمہ کب ہوگا؟ مفسر قرآن مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب نے اس کتابچہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کیا ہے تاکہ اس سائنسی دور میں عام لوگوں کے علاوہ سائنسداں، ماہرین فلکیات اور جدید تعلیم یافتہ لوگ کائنات، اس کی گردش اور اس میں موجود چیزوں کی تحقیق وجستجو کے وقت قرآن مجید کے ذریعہ دی گئی معلومات سے فائدہ اٹھا سکیں۔

نام کتابچہ : سورج، چاند گرہن اور قرآن مجید،

مصنف : مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب

صفحات : ۷۲، سائز $\frac{22\times18}{8}$، خوبصورت ٹائیٹل، قیمت : ۲۰/- بیس روپئے۔

ملنے کا پتہ :۔ فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔ ۴۲۲ مٹیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کا کتابچہ بھی آسمانی دنیا سے تعلق رکھنے والا بڑا معلوماتی ہے، جس میں انھوں نے نظام شمسی اور نظام قمری کی تفصیلات کا ذکر قرآنی آیات کی روشنی میں کرتے ہوئے بتایا ہے کہ سورج اور چاند کو گہن کیوں لگ جاتا ہے؟ اس سلسلہ میں انسانی ذہن ودماغ میں اٹھنے والے بعض سوالات کے جوابات بھی دیئے ہیں، اور چاند وسورج کو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بتاتے ہوئے ملحدین کے غلط عقائد وافکار کی تردید بھی کی ہے، نیز سورج اور چاند گرہن کے موقع پر نماز کسوف اور نماز خسوف ادا کرنے کا حکم بھی بیان کیا ہے۔

یہ دونوں کتابچے آسمانی معلومات سے پُر ہیں اس لئے ماہرین فلکیات اور سائنسدانوں کے ایک قیمتی تحفہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

نام کتابچہ : خطبات محفوظ، مرتب : محمد حسنین صاحب

صفحات: ۴۴، سائز $\frac{22\times18}{8}$

ملنے کا پتہ : نیو نورانی بکڈپو، نزد نورانی مسجد نیاپورہ مالیگاؤں

یہ کتابچہ مولانا محفوظ الرحمٰن قاسمی کی دینی ودعوتی تقریروں کا مجموعہ ہے، یہ تقریریں تو مفید ہیں لیکن مرتب نے بہت عجلت سے کام لیا ہے، اگر ان تقریروں کو نظر ثانی کر کے دوبارہ سلیقہ سے ترتیب دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ اور پڑھنے والوں کو بھی فائدہ ہوگا۔

صبر اور شکر (بقیہ)

چند دن ضرور مشق کرنی ہوگی۔ یہ نہیں کہ ایک دن میں مکمل ہو جائے ۔؎

صوفی نشود صافی نہ در نکشد جامے
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

صوفی صاف دل والا اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ مشقت کا پیالہ نہیں پیتا۔ پختہ ہونے کے لئے بہت سے سفر کی ضرورت ہے۔

مجذوب بن جانا کمال نہیں، سنت کی پیروی کمال ہے۔ ایک مجذوب نماز میں کھڑا ہوا جب تک آواز نہ آئی رکوع نہ کیا لیکن یہ کمال نہیں ہے۔ کمال صرف اتباعِ سنت میں ہے۔ بیماری میں بھی درمیانہ درجہ یہ ہے کہ ضرورت کے وقت ظاہر کرے، ہر وقت نہ گاتا پھرے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار تھے۔ کسی نے حال پوچھا تو فرمایا طبیعت اچھی نہیں۔ کسی نے کہا آپ شکایت کرتے ہیں؟ فرمایا: کیا میں اللہ میاں کے سامنے پہلوانی کروں؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا: اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (یوسف، ۱۳: ۸۶) کہ میں تو اپنے درد وغم کی شکایت صرف اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں۔

ہر حال میں صبر وشکر

ہماری ایک حالت ایسی بھی ہے جس میں صبر اور شکر دونوں کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ موقع مصیبت ہی کا ہوتا ہے، مثلاً طبیب ناراض ہوگیا۔ وہ جلاب کی دوا لکھ کر نہیں دیتا ہے، کوشش کے بعد جب وہ راضی ہوا تو نسخہ لکھ دیا، تو اب ہم اس کے شکر گذار ہوں گے اب یہاں تکلیف پر صبر بھی ہے اور طبیب کا شکر بھی ادا ہو رہا ہے۔ ایک طبیب کا تو ہم شکر ادا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اگر جلاب دیں تو ہم شکر ادا کیوں نہیں کرتے؟ مصیبت روحانی جلاب ہے کیوں کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں، یہ بات احادیث سے ثابت ہے کسی کا بچہ فوت ہو جائے تو اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے جس کا نام بیت الحمد رکھا جاتا ہے۔ اب یہ نام اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ موقع اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کا ہے یعنی شکر کرنے کا ہے۔ اگر یہ صرف مصیبت ہی ہوتی تو نام بیت الصبر ہوتا۔

ایک دفعہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مصیبت کے فوائد بیان فرما رہے تھے کہ یہ بھی ایک نعمت ہے اتنے میں ایک آدمی آگیا جو درد کی وجہ سے آہ! آہ! کر رہا تھا اس نے آکر کہا: حضرت بہت تکلیف ہے، دعا فرمائیے کہ تکلیف دور ہو جائے۔ اب اگر وہ دعا نہ فرمائیں کہ ابھی جو بیان فرما رہے تھے کہ مصیبت بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے اس کے خلاف ہوگا تو اس آنے والے کی دل شکنی ہوتی۔ حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے کہ یا اللہ بیماری بھی نعمت ہے، لیکن ہم کمزور ہیں، بیماری کی نعمت کو صحت کی نعمت سے بدل دیجئے، پس جب بیماری اور مصیبت نعمت ہے تو یہ موقع صبر کا بھی ہے اور شکر کا بھی ہے اگر کوئی یہ کہے کہ اگر مصیبت ہے تو نعمت نہیں، اور اگر نعمت ہے تو مصیبت نہیں، تو جواب یہ ہے کہ صورت کے لحاظ سے مصیبت ہے، اور حقیقت کے لحاظ سے نعمت ہے۔ جیسے بیماری ہے کہ درد کو دیکھیں تو مصیبت ہے، اگر یہ دیکھیں کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں، تو نعمت ہے، یہ دیکھیں کہ اس سے نفس میں تہذیب پیدا ہوتی ہے تو اس لحاظ سے بھی نعمت ہے۔ اسی طرح راحت ظاہری طور پر نعمت ہے اور شکر کا موقع ہے، لیکن ایک لحاظ سے یہ صبر کا موقع ہے، کسی کے پاس مال آیا اب شکر کا موقع ہوتا تو بالکل ظاہر ہے۔ لیکن یہ صبر کا بھی موقع ہے کہ شریعت کی حد سے آگے خرچ نہ کرے اور بہت زیادہ خوشی کا اظہار بھی نہ کرے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ مصیبت میں شکر بھی واجب ہے اور صبر بھی، راحت میں صبر بھی واجب ہے اور شکر بھی اور عبادت میں بھی صبر اور شکر دونوں واجب ہیں۔ میری یہ بات الحمد للہ ثابت ہوگئی کہ صبر اور شکر ہر وقت واجب ہیں۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ ہر وقت صبر اور شکر ضروری ہے تو ہر وقت صرف الحمد للہ اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھیں، نماز، روزہ وغیرہ کی ضرورت نہ ہونی چاہیئے اس شبہے کی وجہ سے میں یہ نہ کہوں گا کہ مجھ سے غلطی ہوئی، صبر اور شکر ہر وقت ضروری نہیں، بلکہ میں یہ کہوں گا کہ صبر اور شکر صرف اِنَّا لِلّٰهِ پڑھنے کا اور الحمد للہ پڑھنے کا نام نہیں ہے۔ صبر کیا ہے؟ نفس کو روکنا یہ روکنا نماز میں بھی ہے اور ہر عبادات میں ہے، شکر کے معنی قدردانی کے ہیں، اِنَّا لِلّٰهِ پڑھنا صورت ہے صبر کی۔ اور الحمد للہ پڑھنا صورت ہے قدردانی کی۔ پس نماز میں صبر بھی ہے، شکر بھی ہے روزے میں صبر بھی ہے شکر بھی ہے، حج میں صبر بھی ہے شکر بھی ہے۔

خوف اور محبت کی کیفیت

اس ساری تقریر سے آپ کی سمجھ میں یہ تو

آگیا ہوگا کہ صبر اور شکر کی ہر وقت ضرورت ہے۔ اب یہ سمجھیے کہ ہر وقت ہم صبر و شکر کیسے کریں؟ اس مقصد کے لئے آپ کو دو چیزوں کی اور ضرورت پیش آئے گی۔ ایک اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت، اور دوسرے اللہ تعالیٰ سے محبت، جب خشیت ہوگی تو نفس کو آپ ایک حد پر سے جاکر روک سکیں گے۔ یہ صبر پایا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی تو اس نعمت دینے والے آقا کی خوب قدر کروگے۔ اور یہ شکر ہے۔ اگر خوف اور محبت نہ ہوں گے تو صبر اور شکر بھی نہ ہوں گے۔ کیونکہ اگر محبت نہ ہو، صرف خوف ہو تو نعمت ملنے سے لذت نہ آئے گی تو شکر ادا نہ ہوگا۔ اگر صرف محبت ہو، ساتھ خوف نہ ہو تو محبت کی وجہ سے ناز پیدا ہو جائے گا اور نفس حد پر جاکر نہ رکے گا بلکہ حد سے آگے نکل جائے گا اس لئے صبر پیدا نہ ہوگا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ ایک ہی شخص سے محبت بھی ہو اور اسی سے خوف بھی ہو یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ جواب یہ ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ناراضی کا خوف بھی ہوتا ہے۔ دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔

صبر و شکر کا طریقہ:

اب یہ سمجھیے کہ خوف اور محبت پیدا کیسے ہوں گے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ متعین وقت روزانہ نکالو اس میں سے آدھا اپنی نافرمانیوں کو اور ان کی سزاؤں کو سوچو کہ اس گناہ کی یہ سزا ہے، خطرہ ہے کہ فرشتے گھسیٹ کر دوزخ میں لے جائیں، اور دوسرے آدھے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں سوچو۔ سزائیں سوچنے سے خوف پیدا ہوگا اور نعمتیں سوچنے سے اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا ہوگی۔ یہ تو طریقہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا خوف کیسے پیدا ہو۔ اب یہ سمجھیے کہ پیدا ہونے کے بعد یہ دونوں چیزیں محفوظ کیسے رہیں۔ محفوظ رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ ۱۵ منٹ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں گزاریں اور ۱۵ منٹ اہل اللہ کی خدمت اور صحبت میں گذاریں۔ ان دونوں کاموں سے صبر اور شکر محفوظ رہیں گے۔ بلکہ ان میں ترقی ہوگی اور صبر و شکر کا اعلیٰ درجہ پیدا ہوگا۔ اور پھر اس آیت کا فائدہ آپ کو معلوم ہوگا: اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ۵ (ابراہیم ۱۴ : ۵) "اس میں البتہ نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لئے جو بہت صبر کرنے والا، بہت شکر کرنے والا ہے"۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب چیزوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(بقیہ)
ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت

پیش آسکتا ہے۔

بھائیو اور بزرگو! آخر میں خلاصہ کے طور پر کہتا ہوں کہ ہم اس ملک میں اپنے اسلام کو اپنے دین کو اسی صورت میں بچا سکتے ہیں اور نئی نسل تک اس کو منتقل کر سکتے ہیں کہ ہم بچوں کی تعلیم کا صحیح انتظام کریں اور ان کی دینی تعلیم کی فکر کریں تاکہ ان کے عقائد درست ہوں۔ اللہ اور رسول سے ان کی واقفیت درست ہو اور ان کا دین درست ہو، اس کے لئے ہمیں انتظام کرنا ہوگا۔ اس کے لئے مدارس بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہم دینی مدارس کو پہلے قائم کریں اور ان مدارس میں ہم اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلائیں تاکہ وہ عقیدۂ توحید پر قائم رہیں۔ اور خالق و مخلوق کا صحیح طور پر رشتہ قائم ہو سکے۔ اور بندے اپنے مالک کی رضا و خوشنودی حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس بات کی سمجھ دے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

"وَاٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین"۔

حسنِ قول و عمل کے تھے سنگم

رئیس رامپوری

ذہن و دل کا عجیب ہے عالم
غم ہے وہ بھی علی میاںؒ کا غم
مرگِ عالم تو مرگِ عالَم ہے
ان کے غم میں ہر آنکھ ہے پُر نم
اٹھ گیا چارہ ساز ملت کا
چھپ گیا آفتابِ نورِ کرم
آدمیت کے وہ پیامی تھے
دینِ حق کے مجاہدِ اعظم
سینہ روشن تھا نور ایماں سے
حسنِ قول و عمل کے تھے سنگم
اُن کی ہر ایک پر توجہ تھی
تھے سبھی فیضیابِ چشمِ کرم
اُس کو پڑھ کر کریں عمل اُس پر
جو بھی حضرت نے کر دیا ہے رقم
سوئے منزل برائے راہبری
کتنے روشن ہیں ان کے نقشِ قدم
ان کی تعلیم ذہن میں رکھیں
اس پہ کرتے رہیں عمل پیہم
خوش نصیبی اسے سمجھتا ہوں
میں بھی ہوں فیضیابِ چشمِ کرم
میں بھی اِک خادمِ علیؒ ہوں رئیس
یہ بھی اعزاز کچھ نہیں ہے کم

سورۂ رحمٰن کا منظوم ترجمہ

کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

جوش ملیح آبادی

اے فنا انجام انساں کب تجھے ہوش آئے گا — تیرگی میں ٹھوکریں آخر کہاں تک کھائے گا
اس تمرد کی روش سے بھی کبھی شرمائے گا — کیا کرے گا سامنے سے جب حجاب اُٹھ جائے گا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

یہ سحر کا حُسن، یہ سیارگاں اور یہ فضا — یہ معطر باغ، یہ سبزہ، یہ کلیاں دل رُبا
یہ بیاباں، یہ کُھلے میدان، یہ ٹھنڈی ہوا — سوچ تو کیا کیا کیا ہے تجھ کو قدرت نے عطا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

خُلد میں حوریں تری مشتاق ہیں آنکھیں اُٹھا — نیچی نظریں جن کا زیور، جن کی آرائش حیا
جن و انساں میں کسی نے بھی نہیں جن کو چُھوا — جن کی باتیں عطر میں ڈوبی ہوئی جیسے صَبا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جُھٹلائے گا

اپنے مرکز سے نہ چل مُنھ پھیر کر بہرِ خُدا — بھولتا ہے کوئی اپنی انتہا اور ابتدا
یاد ہے وہ دور بھی تجھ کو کہ جب تو خاک تھا — کس نے اپنی سانس سے تجھ کو منوّر کر دیا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جُھٹلائے گا

سبز گہرے رنگ کی بیلیں چڑھی ہیں جابجا — نرم شاخیں جھومتی ہیں، رقص کرتی ہے صبا
پھل وہ شاخوں میں لگے ہیں دلفریب و خوشنما — جن کا ہر ریشہ ہے قند و شہد میں ڈوبا ہوا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

پھول میں خوشبو بھری جنگل کی بوٹی میں دوا — بحر سے موتی نکالے صاف روشن خوشنما
آگ سے شعلہ نکالا، اَبر سے آبِ صفا — کس سے ہو سکتا ہے اس کی بخششوں کا حق ادا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جُھٹلائے گا

ہر نفس طوفان ہے، ہر سانس ہے اِک زلزلہ — موت کی جانب رواں ہے زندگی کا قافلہ
مضطرب ہر چیز ہے، جنبش میں ہے ارض و سما — ان میں قائم ہے تو تیرے رب کے چہرے کی ضیاء
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جُھٹلائے گا

صبح سے شفاف تاروں سے برستی ہے ضیا — شام کو رنگِ شفق کرتا ہے اک محشر بپا
چودھویں کے چاند سے بہتا ہے دریا نور کا — جھوم کر برسات میں اٹھی ہے متوالی گھٹا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جُھٹلائے گا۔

آخرت کے عذاب و ثواب کی حقیقت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے روز دنیا کا سب سے زیادہ خوشحال آدمی کو لایا جائے گا۔ اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ جب آگ اس کے جسم پر اپنا پورا اثر دکھائے گی تب اس سے پوچھا جائے گا کہ "کبھی تو نے اچھی حالت دیکھی ہے؟ تجھ پر کبھی عیش و آرام کا زمانہ آیا ہے؟" وہ کہے گا نہیں، تیری قسم اے میرے رب کبھی نہیں" پھر دنیا میں انتہائی تنگی کی حالت میں زندگی گذارنے والے شخص کو لایا جائے گا۔ جب اس پر جنت کی نعمتوں کا رنگ خوب چڑھ جائے گا۔ تب اس سے پوچھا جائے گا کہ "تو نے تنگی دیکھی ہے؟ کبھی تجھ پر تکلیف کا دور گذرا ہے" وہ کہے گا اے میرے رب میں کبھی تنگ دستی اور محتاجی میں گرفتار نہیں ہوا۔ میں نے تکلیف کا کوئی دور بھی نہیں دیکھا۔ (مسلم)

بچیوں پر شفقت

حضرت انس بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں، جو بازار سے عمدہ چیز خرید کر لایا اور اپنے بچوں کو کھلایا تو اس کو صدقے کا ثواب ملے گا۔ نیز فرمایا پہلے لڑکیوں کو کھانا کھلانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بھی لڑکیوں پر نرمی کرتا ہے۔ اس کی مثال اللہ کے خوف سے رونے والے کی سی ہے جس کی بخشش ہو جاتی ہے۔ جو لڑکیوں کو خوش کرے گا اللہ تعالیٰ غم کے دن اس کو خوش کرے گا (یعنی قیامت کے دن) اس کا مطلب یہ نہیں کہ لڑکوں کو خوش نہ کیا جائے بلکہ لڑکیوں کے ساتھ زیادہ نرمی کا حکم ہے)